اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ — عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۵۱۳

الفضل قادیان

اللہ اکبر

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر:- غلام نبی

فی پرچہ ۲؍

The ALFAZL QADIAN

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۱۰

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۲

نمبر ۵۳ | مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۱ء | یوم یکشنبہ | مطابق ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ | جلد ۱۹

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۲۷ اکتوبر لاہور سے تشریف لائے۔ اور پھر ۲۸۔ کو واپس تشریف لے گئے

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خدا کے فضل سے خیر و عافیت ہے

کلانور کے جلسہ احمدیہ میں جو ۲۹، ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو منعقد ہوا۔ شمولیت کے لئے جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ اور دوسرے جگہ سے اصحاب گئے۔

آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کا اہم جلسہ

مسلمانان کشمیر کے مطالبات کی حمایت۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی خدمات کا اعتراف

دلال کمیشن کے متعلق عدم اعتماد کا اظہار

آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کی سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی کا ایک جلسہ ۲۵ اکتوبر برکت علی محمڈن ہال لاہور میں زیر صدارت حاجی شمس الدین صاحب منعقد ہوا۔ جس میں دوسری قراردادوں کے علاوہ حسب ذیل اہم قراردادیں بھی اتفاق رائے سے منظور کی گئیں:-

(۱) یہ کانفرنس مسلمانان کشمیر کے مطالبات کو موجودہ حالات میں اقل ترین مطالبات سمجھتی ہے۔ اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر مزید تاخیر کے بغیر یہ مطالبات منظور کریں۔ کیونکہ یہ مطالبات ہز ہائی نس کی رعایا کے حقیقی جذبات کو بھی نیز ظاہر کئے دیتی ہے۔ کہ عدم منظوری مطالبات مسلسل بدامنی۔ فتنہ اور بے اطمینانی کا موجب ہوگی۔

(۲) یہ کانفرنس آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر اور ارکان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ کہ وہ غریب و بے کس کشمیریوں کی امداد پوری دیانت اور ہمدردی سے کرتے رہے۔ کانفرنس کمیٹی کو یقین دلاتی ہے۔ کہ اس کی مربیانہ سرگرمیاں ان اصحاب کے نزدیک قابل قدر ہیں۔ جو کشمیر کے صدق دل سے خیر طلب اور بہی خواہ ہیں ؛

(۳) کانفرنس کو دلال کمیشن پر کوئی اعتماد نہیں ہے۔ اور اس کے اخذ کردہ نتائج اور تحقیقات کو غیر تسلی بخش یکطرفہ ناقابل قبول خیال کرتی ہے۔ اور ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب سے پر زور درخواست کرتی ہے۔ کہ جدید دلال کمیشن کی جگہ تحقیق کے لئے ایسا آزاد کمیشن مقرر کریں۔ جس میں غیر سرکاری مسلمانوں کی اکثریت ہو کیونکہ مجوزہ کمیشن کا صدر ایک ایسا شخص ہے جو پیشتر ہی رائے قائم کر چکا ہے۔ اور جوڈیشل ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ ہے۔ اور مقدمات فساد کی سماعت کریگا۔ اور یکطرفہ فیصلہ صادر کریگا ؛

(۴) اس کمیٹی میں ایسے غیر سرکاری مسلمان شامل ہوں۔ جنہیں کشمیریان قبول کریں۔ اور جن پر انہیں کامل اعتماد ہو ؛

(۵) راجہ صاحب فی الفور ابتدائی حقوق کی منظوری کا اعلان کریں ؛

(۶) تمام سیاسی مقدمات کی سماعت کمیشن کی رپورٹ موصول ہونے تک معطل کی جائے۔ تاکہ کمیٹی پر سکون فضا میں اجلاس منعقد کر سکے

مسلمانان کشمیر کیلئے پانچ لاکھ روپیہ کی ضرورت

کشمیر جہاں مسلمانوں کی جان اور مال آبرو اور ان کا مذہب بے قیمت ہے۔ کیا اس کے لئے آپ نے کچھ کیا ہے؟ آپکا اور آپکے دوستوں کا ہزاروں روپیہ ہو یا ایک پیسہ اسوقت بڑی قیمت رکھتا ہے۔ اور اس مسئلہ کو حل کرانے میں مدد دے سکتا ہے پس آج ہی اپنا اور اپنے دوستوں کا چندہ مسلم بنک آف انڈیا لاہور کے نام آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے حساب میں ارسال کردیں۔ تا بعد میں پچھتانا نہ پڑے ؛

(سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی)

فہرست مضامین خاتم النبیین نمبر ۱۹۳۱ء

ذیل میں مضامین کی فہرست درج کیجاتی ہے اس سے احباب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شائع ہونے والا پرچہ کتنے اہم اور دلچسپ مضامین پر مشتمل ہے احباب کو چاہیئے جہانتک ممکن ہو اس کی اشاعت میں پوری کوشش کریں اور فوراً مینجر صاحب الفضل کو اطلاع دیں کہ وہ کسقدر پرچے چاہتے ہیں۔ قیمت فی پرچہ صرف ۴ر

مردوں کے مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار
۱	حریت انسانی کا قائم کرنے والا رسول صلعم	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ العزیز
۲	شان محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	از ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
۳	رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگیں	حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے قادیان
۴	نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضہ کو کیا دیا؟	از جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن
۵	مدینہ کی روانگی۔ محبت کے آنسو	حامد محمود
۶	آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قلبی کیفیت	از جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سابق سردار جگت سنگھ قادیان
۷	کملی والیا تیری سدا ہی جے	از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور
۸	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامل شریعت کاملہ ہیں	از جناب چوہدری ڈاکٹر محمد شاہنواز خانصاحب ایم۔ بی بی۔ ایس قادیان
۹	آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذوق علم	از جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر سالار بمبئی
۱۰	شان احمد	از جناب مفتی محمد صادق صاحب مبلغ انگلینڈ و امریکہ۔
۱۱	رحمۃ للعالمین کی آغوش شفقت	ایڈیٹر
۱۲	توحید باری تعالٰے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	از جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی۔ لاہور
۱۳	آسمانی بادشاہت	از جناب مولوی محمد دین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان
۱۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی تھے یا بادشاہ؟	از جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن مظفر گڑھ
۱۵	حضرت سید المرسلین و خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	از جناب سید تاج حسین بی اے بی ٹی منشی فاضل۔ ہیڈ ماسٹر لالہ موسیٰ والہ
۱۶	مکمل توحید کی تعلیم دینے والا رسول صلعم	از میاں عبدالوہاب صاحب عمر۔ قادیان
۱۷	رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و حقانیت کے متعلق ارباب تحقیق کے زریں اقوال	مرتبہ مولانا ظفر صاحب سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر اخبار مشرق گورکھپور
۱۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیروں کی نظر میں	مرسلہ منشی عبدالعزیز صاحب گلیانہ ضلع گجرات
۱۹	رسول کریم صلعم کی حفظان صحت اور طہارت کے متعلق بعض باتیں	از جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن۔ مظفر گڑھ
۲۰	نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر	از جناب میاں عطاء اللہ صاحب پلیڈر۔ لائل پور
۲۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور غلامی	از جناب ماسٹر علی محمد صاحب بی۔ اے بی ٹی۔ قادیان
۲۲	سید الکائنات و اخبارہ بالمغیبات	از جناب قاضی اکمل صاحب قادیان
۲۳	سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نظافت پسندی	از مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل۔

خواتین کے مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار
۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی	از سیدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰی
۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ خصائل	از سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت " " "
۳	بیکسوں کا حامی	از سیدہ امۃ السلام بیگم صاحبہ بنت حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے
۴	میں اپنے محسن نبی پر کیوں نہ قربان جاؤں؟	از محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ جو کسے برہما
۵	رحمۃ للعالمین کے احسانات عورتوں پر	از محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ بنت جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔ قادیان
۶	دنیا میں عورت کی عزت قائم کرنیوالا محسن اعظم	از محترمہ افضل النساء بیگم صاحبہ جموں۔
۷	رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی کی عزت قائم کی	از محترمہ سعیدہ صادقہ صاحبہ۔ قادیان
۸	خدا تعالٰی کا کامل ترین نبی	از محترمہ مریم بیگم صاحبہ اہلیہ جناب حافظ روشن علی صاحب مرحوم

نظمیں

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار
۱	نعت	از جناب منشی قاسم علی خانصاحب رامپوری

(بقیہ کالم اول کے نیچے)

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار
۲	نعت رسول کریم صلعم	از جناب ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب سائل دہلوی
۳	اظہار خیال	از جناب سید محمد کاظم علی صاحب شائق رئیس اعظم گورکھپور
۴	سلک الجواہر	از لسان القوم جناب مولانا سید علی نقی صاحب نقی لکھنوی۔
۵	محبوب حقیقی صلعم	ظہیر
۶	مدیح و منقبت توشیح	از جناب منشی محمد ظہور الدین صاحب اکمل
۷	اسلام اور غلامی	از جناب ماسٹر علی محمد صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ قادیان
۸	نعتیہ تضمین	از جناب منشی ضیاء الدین صاحب پونچھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الفضل
نمبر ۵۲ قادیان دارالامان ۔ مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۱ء جلد ۱۹

ہندوؤں کے نزدیک کامل آزادی کا مطلب ہندو راج ہے

اچھوت اقوام پر ہندوؤں کا تشدد

ہندوؤں کا پہلا فرض کیا تھا؟

ہندوؤں میں اگر آزادی اور حقوق طلبی کا صحیح جذبہ پایا جاتا۔ اور وہ ہندوستان کی ترقی اور خوش حالی کی سچی خواہش رکھتے۔ تو ہندوستان کی سب سے بڑی اکثریت رکھنے اور دوسری تمام اقوام کے مقابلہ میں مال و دولت ۔ اثر و رسوخ تعلیم و تربیت اور سرکاری ملازمتوں کے لحاظ سے ترقی یافتہ ہونے کی وجہ سے ان کا سب سے پہلا اور سب سے ضروری فرض یہ تھا۔ کہ اقلیتوں کے جن حقوق پر انہوں نے غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ انہیں بخوشی دے دیتے۔ جن قوموں کی مدت العمر سے انہوں نے آزادی سلب کر کے انہیں اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ انہیں آزاد کر دیتے۔ اور جو لوگ صدیوں سے ان کے ناقابل برداشت مظالم کا تختۂ مشق بنتے چلے آ رہے ہیں۔ جنہیں ذلیل سے ذلیل حیوانوں سے بھی بدتر انہوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اور جنہیں نکبت اور فلاکت میں ڈالے رکھنا وہ اپنا مذہبی حق سمجھتے ہیں۔ انہیں بھی اپنے جیسا انسان تسلیم کر کے انسانیت کے سارے حقوق دیدیتے ؛

عجیب بات

لیکن کسقدر عجیب بات ہے۔ کہ ہندو ایک طرف تو اقلیتوں کے ساتھ اپنا شرمناک سلوک جاری رکھنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور دوسری طرف ہندوستان کی کامل آزادی کے خواہاں اور ہندوستان کو ترقی یافتہ ممالک کا ہم پایہ بنانے کے دعویدار ہیں۔ ان حالات میں سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کی آزادی سے ان کی مراد ایسا ہندو راج قائم کرنا ہے۔ جس میں ہندوستان کی دوسری اقوام کو کوئی دخل نہ ہو۔ اور ان کے گلے میں پہلے سے بھی بدتر غلامی اور نکبت کا بوجھ ڈال دیا جائے ؛

گاندھی جی کا طریق عمل

اس حقیقت کا اظہار ہندوؤں کے واحد نمائندہ گاندھی جی کے اس طریق عمل سے بخوبی ہو گیا ہے۔ جو انہوں نے اقلیتوں کے متعلق گول میز کانفرنس کے سلسلہ میں اختیار کیا ہے۔ انہوں نے صاف اور غیر مشتبہ الفاظ میں اعلان کر دیا ہے۔ کہ وہ کسی اقلیت کو اس کے حقوق دینے کے قطعاً خلاف ہیں۔ اور وہ نہیں چاہتے۔ کہ کسی قوم کی کوئی علیحدہ ہستی قائم رہے۔ لیکن چونکہ ان پر واضح ہو چکا ہے۔ کہ مسلمانوں کو نظر انداز کرنا ان کے لئے ممکن نہیں۔ اور مسلمانوں نے اپنی کوشش اور سعی سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ قطعاً ہندوؤں کی غلامی کے جوئے کے نیچے آنے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے بامر مجبوری ان کے حقوق تسلیم کرنے کا گاندھی جی نے اقرار کر لیا ہے۔ مگر یہ اقرار بھی محض نمائشی ہے۔ کیونکہ گاندھی جی کی کوشش یہی ہے۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو مسلمانوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھا جائے۔ اسی غرض کے لئے وہ سکھوں کی حمایت اور تائید میں اپنا سارا زور صرف کر رہے ہیں۔ اور انہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں کھڑے کر کے اپنا مقصد حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔

سکھوں کی علیحدگی کیوں تسلیم کی گئی؟

گاندھی جی کو مسلمانوں کے علیحدہ حقوق کا اعتراف کرنا پڑا۔ کیونکہ اس کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی انہوں نے سکھوں کے علیحدہ حقوق کا اعلان بھی کر دیا۔ اس لئے نہیں کہ مسلمانوں کے بعد سب سے بڑی اقلیت سکھ ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ مسلمانوں کے رستہ میں سکھوں کے سوا اور کسی قوم کو روڑا نہ بنا سکتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں اور سکھوں کا تصادم کرانے سے انکی غرض محض یہ ہے۔ کہ جن دو اقلیتوں کے علیحدہ حقوق انہیں تسلیم کرنے پڑے۔ ان کے پلے بھی کچھ نہ پڑنے دیں۔ اور بات وہیں کی وہیں رہے۔ کہ سب کچھ ہندوؤں کے ہی ہاتھ میں آ جائے۔ اور ہندوستان میں ہندو راج قائم ہو جائے ؛

اچھوت اور گاندھی جی

گاندھی جی کا یہ طریق نہایت ہی قابل مذمت ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر قابل مذمت وہ طریق ہے۔ جو انہوں نے ہندوستان کی دوسری اقلیتوں اور خاص کر اچھوت اقوام کے متعلق اختیار کیا۔ اور کھلم کھلا کہدیا۔ کہ انہیں علیحدہ حقوق حاصل کرنے سے محروم رکھنے کیلئے وہ جان تک لڑا دیں گے ؛

اچھوتوں کو غیظ و غضب کا نشانہ بنایا جا رہا ہے

بھلا جس قوم کا واحد نمائندہ انگلستان کی سی آزادی پسند پبلک کے سامنے بلا جھجک کروڑوں انسانوں کو ہندوؤں کی غلامی میں رکھنے کا اعلان کرنے سے نہ شرمائے۔ اور اس وقت نہ شرمائے۔ جبکہ وہ خود اپنے لئے آزادی اور خود اختیاری کا مطالبہ کر رہا ہو۔ اس کے لئے ہندوستان میں جہاں صدیوں سے اچھوتوں کے ساتھ وہ نہایت ہی شرمناک سلوک کرتی چلی آ رہی ہے۔ انہیں اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بنانے میں کیا روک ہو سکتی ہے۔ وہ ہندو جو اچھوتوں کا ان رستوں پر چلنا گوارا نہیں کر سکتے۔ جن پر وہ خود چلتے ہیں۔ وہ ہندو جو اچھوتوں کی شکل تک دیکھنا پاپ سمجھتے ہیں۔ وہ ہندو جو اچھوتوں کے لئے اچھا کھانا یا اچھا کپڑا پہننا جرم سمجھتے ہیں۔ وہ ہندو جو اچھوتوں کو اپنی بدترین غلامی میں رکھنا اپنے دھرم کا ضروری حکم قرار دیتے ہیں۔ یہ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں۔ کہ اچھوت اپنے سیاسی اور ملکی حقوق کا ذکر بھی زبان پر لائیں۔ اور یہ مطالبہ کریں۔ کہ ہندوؤں کی غلامی کا طوق ان کے گلے سے اتار دیا جائے۔ پھر جب کہ گاندھی جی کو وہ اچھوتوں کی مخالفت میں جان تک دیدینے کے لئے تیار پائیں۔ تو جس شدت کے ساتھ ان کا دست جور و جفا اچھوتوں کی طرف دراز ہو سکتا ہے۔ اس کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ؛

گاندھی جی نے تشدد کا دروازہ کھول دیا

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گاندھی جی نے اچھوتوں کی مخالفت کا لندن میں اعلان کر کے ہندوستان میں ان کے لئے تشدد کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ بعض مقامات میں اچھوتوں کو مجبور کر کے گاندھی جی کی حمایت اور اچھوتوں کے قابل نمائندہ ڈاکٹر امبیدکر کے خلاف قراردادیں پاس کرائی جا رہی ہیں ورنہ کیا کبھی کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات آ سکتی ہے۔ کہ اچھوت اقوام بخوشی ذلت و رسوائی کے اسی گڑھے میں گرا رہنا چاہتی ہوں جس میں ہندوؤں نے انہیں گرا رکھا ہے۔ اور جس سے نکلنے کے خلاف گاندھی جی اپنا سارا زور صرف کر رہے ہیں ؛

ہندو اخبارات اس قسم کی قراردادوں کو بڑی اہمیت دے رہے ہیں۔ لیکن اس قسم کا ایک ایک جلسہ اگر کچھ ظاہر کرتا ہے۔ تو صرف یہ۔ کہ اچھوت اقوام ہندوؤں کے ہاتھوں اس درجہ مجبور اور ان کے تشدد کے نیچے اسقدر دبی ہوئی ہیں۔ کہ ہندو ان سے ان کے اپنے خلاف

بھی جو چاہیں کہلا سکتے ہیں ؂

تشدد کے تازہ واقعات

ایک طرف تو یہ حالت ہے۔ اور دوسری طرف اس تشدد نے اور بھی زیادہ شرمناک صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ہندوؤں نے اچھوتوں پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ انکی زندگی اور موت ہندوؤں کے ہی قبضہ و اختیار میں ہے۔ ان پر حد سے زیادہ تشدد شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ مختلف مقامات سے اس قسم کی جو خبریں موصول ہو رہی ہیں ان میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیجاتی ہیں ؂

مدراس کے ہندوؤں کا حملہ

مدراس کی ۲۰ر اکتوبر کی اطلاع ہے۔ کہ اتوار کی رات کو آدی دراوڑلی (ایک اچھوت قوم ہے) کا ایک جلوس ملک معظم کی تصویر اٹھائے ایک ایسے بازار میں سے گزر رہا تھا۔ جس میں ہندو آبادی کی کثرت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ہندوؤں نے جلوس پر پتھر پھینکے۔ ملک معظم کی تصویر توڑ ڈالی گئی۔ اور جلوس کے چھ آدمی سخت زخمی کر دئے گئے۔ دراوڑوں نے بھی تنگ آکر مقابلہ میں سنگ باری شروع کر دی۔ پولیس نے موقعہ پر ہجوم کو منتشر کر دیا۔ گزشتہ شب دوبارہ فساد شروع ہو گیا۔ مگر پولیس نے جو گشت کر رہی تھی۔ مزید فساد روک دیا ؂

ملک معظم کی تصویر اٹھائے ہوئے جلوس پر حملہ کرنا محض سینہ زوری اور اچھوتوں پر اپنی طاقت کا بے جا اظہار نہیں تو اور کیا ہے ؂

اچھوتوں کی ایک برات کا محاصرہ

اس سے بھی بڑھ کر افسوسناک خبر یہ ہے۔ جو ۲۲ر اکتوبر کو نئی دہلی سے اخبارات کو بھیجی گئی ہے۔ کہ ایک موضع ہرگاواں ضلع گڑگانواں میں ہندوؤں نے یہ سنکر کہ اچھوت جاتی کے کچھ لوگوں کی ایک برات آرہی ہے۔ اور دولہا پالکی میں سوار ہے۔ ایک بڑی تعداد میں جمع ہو کر گاؤں سے باہر برات کا محاصرہ کر لیا۔ اور سخت سردی میں بغیر آب و دانہ کے ۴۸ گھنٹہ تک باراتیوں کو وہیں روکے رکھا۔ ان لوگوں کے ساتھ سخت بیرحمانہ سلوک کیا گیا۔ آخر پولیس نے موقعہ پر پہنچ کر برات کو خلاصی دلائی۔ محاصرہ کرنے والے پولیس کو دیکھتے ہی بھاگ گئے۔ پولیس برات کو اپنی حفاظت میں ایک طویل اور پیچیدہ رستے سے منزل مقصود تک یعنی دولہا کے گاؤں تک چھوڑ آئی ؂

یہ نہایت بے رحمانہ اور وحشیانہ سلوک محض اس لئے کیا گیا۔ کہ اچھوت قوم کا دولہا پالکی میں کیوں سوار ہوا۔ یہ حق صرف اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کا ہے۔ کیونکہ انسان کہلانے کے وہی مستحق ہیں ؂

احمد آباد میں اچھوتوں سے نفرت

ادھر تو اور خود گاندھی جی کے شہر احمد آباد میں بھی ایسا ہی ایک واقعہ ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک مقامی بورڈ سکول میں جب دو اچھوت لڑکوں کو داخل کیا گیا۔ تو تمام ہندوؤں نے سکول کا مقاطعہ کر دیا۔ اور اپنے بچوں کو سکول سے نکال لیا ؂

یہ اس مقام کا حال ہے۔ جس کے متعلق گاندھی جی نے حال ہی میں یہ کہا۔ کہ میں گرہست آشرم میں داخل ہونے سے بھی پہلے سے اچھوت ادہار کا کام کر رہا ہوں۔" جب گاندھی جی اپنی ساری عمر صرف کر کے احمد آباد میں بھی اچھوتوں کے متعلق اتنی رواداری نہ پیدا کر سکے کہ ان کے لڑکوں کا سرکاری سکولوں میں داخلہ برداشت کیا جا سکے۔ تو اچھوت اقوام کس طرح اپنے آپکو ان کے حوالے کر سکتی ہیں ؟

اچھوتوں کو کیا کرنا چاہیئے ؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ ہندو جبتک ہندو کہلاتے ہیں۔ جب تک ان کی مذہبی کتب دنیا میں موجود ہیں۔ یا جبتک وہ ان کے آگے سر تسلیم خم کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کبھی اچھوتوں کو انسان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ان کے ساتھ انسانوں کا سا سلوک کر سکتے ہیں۔ پھر یہی نہیں۔ ان کے نزدیک مسلمان اور دوسری اقوام بھی اچھوتوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ ان کے دلوں میں ان اقوام کے متعلق بھی ایسے ہی نفرت و حقارت کے جذبات بھرے پڑے ہیں۔ جیسے اچھوتوں کے متعلق۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ۔ کیونکہ اچھوتوں کو تو باوجود بے حد شرمناک سلوک کے اپنا انگ قرار دیتے اور اپنا خون اور پوست بتلاتے ہیں۔ لیکن دوسری اقوام کو غیر سمجھتے ہیں۔ اور اگر ان کا بس چلے۔ تو وہ ان کا نام و نشان مٹانے میں بھی دریغ نہ کریں۔ لیکن یہ اقوام چونکہ اپنی بہبودگی کی کوشش سے ان کے دانت کھٹے کرتی رہتی ہیں۔ اس لئے اس قسم کے مظالم ان پر روا رکھنے کی ہندوؤں کو جرأت نہیں ہو سکتی۔ جیسے اچھوتوں پر بے دریغ کرتے رہتے ہیں۔ اچھوت اقوام بھی اگر اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ اور منظم طور پر ہندوؤں کے مظالم سے نجات پانے کی کوشش کریں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ بھی محفوظ نہ ہو جائیں ؂

پس ضرورت ہے کہ تمام اچھوت اقوام ہندوؤں سے کلیۃً الگ ہو کر اپنی علیحدہ ہستی قائم کر لیں۔ اور اپنی ترقی اور خوشحالی کے لئے مسلسل جدوجہد جاری رکھیں۔ مسلمان ہر طرح انکی مدد کرنے اور انہیں اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ اور اسوقت تک کے حالات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی مدد کیسی مخلصانہ اور کسقدر مفید ہے ؂

گاندھی جی کو مسلمانوں سے خطرہ

گاندھی جی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور انہیں ہندوؤں کی غلامی میں رکھنے کے لئے جو جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ انہوں نے آکسفورڈ کی ہندوستانی مجلس میں بایں الفاظ بیان کی کہ :-

"ہندوستان کو صرف یہی خطرہ ہے۔ کہ کہیں ہندوستانی مسلمان اس سے بے وفائی نہ کریں۔" (ملاپ ۲۸ر اکتوبر)

جو شخص مسلمانوں کے متعلق اس قسم کے خیالات اپنے دل میں رکھتا ہے۔ اس سے قطعاً توقع نہیں کیجا سکتی۔ کہ وہ کسی ایسی بات کے تسلیم کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے نفع رساں ہو سکتی ہے۔ مسلمان ہندوستان سے قطعاً بے وفائی نہیں کریں گے لیکن اس کا کیا علاج۔ کہ انکی ہر کوشش میں جو اپنی سیاسی اور ملکی زندگی قائم رکھنے کے لئے وہ کرتے ہیں۔ گاندھی جی کو خطرہ نظر آرہا ہے۔ یہی وہ بھوت ہے۔ جو گاندھی جی کو مسلمانوں کے ساتھ منصفانہ فیصلہ کرنے سے روکے ہوئے ہے۔ اور اسی کی وجہ سے وہ ہر موقعہ پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانیکی کوشش کرتے رہتے ہیں ؂

معاملات کشمیر کے متعلق کمیشن

معلوم نہیں۔ اس خبر میں کہاں تک صداقت ہے۔ کہ مہاراجہ صاحب کشمیر مسلمانوں کے حقوق پر غور کرنے کے لئے جو کمیشن مقرر کرنے والے ہیں۔ وہ چھ ممبروں پر مشتمل ہوگا۔ ان میں سے تین مسلمان ہونگے۔ اور باقی تینوں میں سے ایک ہندو۔ ایک سکھ اور ایک انگریز۔ ہندو اخبارات نے ابھی سے اس کے خلاف شور مچانا شروع کر دیا ہے۔ اور ایسے کمیشن کو "غیر قدرتی" قرار دے رہے ہیں۔ یہ اس لحاظ سے تو درست ہو سکتا ہے۔ کہ ۹۵ فیصدی مسلمان آبادی کو بہت کم حق نیابت دیا گیا ہے لیکن ہندو اخبارات کا نقطۂ نگاہ بالکل دوسرا ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں دوسرے نمائندوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس صورت میں چونکہ مسلمانوں کا مطمئن ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے ایسے کمیشن کا مقرر ہونا اور نہ ہونا مساوی ہوگا۔ اور مسلمان اس کے ساتھ تعاون کے لئے تیار نہ ہو سکیں گے ؂

سکھوں اور مسلمانوں کے مشترکہ دشمن

آریہ اخبار پرکاش (۲۵ر اکتوبر) ہندوؤں کو سکھوں اور مسلمانوں کا مشترکہ دشمن تسلیم کرتا ہوا لکھتا ہے :-

"مشترکہ دشمن کے دشمن آپس میں دوست بنجاتے ہیں۔ اس اصول پر آجکل پنجاب میں سکھ مسلم دوستانہ گانٹھا جا رہا ہے۔ چنانچہ پشاور سے جو اکالی جتھا ڈسکہ کے مورچہ کے لئے آرہا ہے۔ گوجرخاں اور جہلم میں فرقہ پرست مسلمانوں نے اسکا خوب سواگت (استقبال) کیا۔"

سکھ اور مسلمان ایک دوسرے کے دشمن ہیں یا نہیں۔ اس کا پتہ تو اسی تازہ واقعہ سے لگ سکتا ہے جو پرکاش نے پیش کیا ہے۔ مسلمانوں نے سکھوں کے جتھا کی نہ صرف پوری طرح خاطر تواضع کی بلکہ سکھوں کو ہر طرح امداد دینے پر بھی آمادگی ظاہر کی۔ اس خوشی میں سکھوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور مسلمانوں کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن ہندوؤں کی سکھوں اور مسلمانوں دونوں سے دشمنی کا پرکاش کو کھلے طور پر اعتراف کرنا پڑا۔ کاش! سکھ اور مسلمان اس مشترکہ دشمن کے مقابلہ میں ہر حالت میں متحد ہو جائیں۔ اور انمیں اتحاد ہونا کوئی مشکل نہیں۔ لیکن ہندوؤں کی فتنہ انگیزیاں

احمدیت پر اعتراضات کے جواب

حضرت مسیح علیہ السلام کا جسمانی یا روحانی نزول؟

مولوی ثناء اللہ صاحب کی غلط بیانی

ہر مسلمان کے دل میں یہ سوال طبعاً پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب امت محمدیہ یہود اور نصاریٰ کے قدم بقدم چل نکلی ہے۔ دجال اس میں سے ہو سکتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اس کی اصلاح کے لئے اگر کسی نے آنا ہے تو وہ بنی اسرائیل کا ایک فرد حضرت مسیح علیہ السلام ہوں۔ گویا ساری امت میں ایک بھی ایسا کامل فرد نہیں پیدا ہو سکتا۔ جو خود امت کے اندر پیدا شدہ مفاسد کا علاج کر سکے۔ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ۔ اور اب تو وقت گزر جانے اور دوست کی کشمکش سے آنکھوں کے تھک جانے کے باعث یہ سوال مایوسی کا رنگ اختیار کر چکا ہے۔ اور گاہے گاہے یہ آواز اٹھائی جا رہی ہے۔ کہ نزول مسیح روحانی رنگ میں ہونا چاہیئے۔ یعنی امت کا ہی کوئی فرد اس منصب پر سرفراز ہو جائے۔ مگر بعض علماء اس فطرتی آواز کو حیلوں بہانوں سے دبانا چاہتے ہیں۔ اور ایسا غلط طریق اختیار کرتے ہیں۔ کہ یا تو ایسے لوگ پھر عیسائی ہو جائیں۔ یا نزول مسیحؑ کے عقیدہ کو محض افسانہ قرار دینے لگ جائیں۔ اور یہ دونوں صورتیں اسلام اور مسلمانوں کے لئے خطرناک ہیں*

نزول مسیحؑ روحانی ہونا چاہیئے

اخبار اہلحدیث میں فتاویٰ کی ذیل میں ایک شخص کا سوال اور مولوی ثناء اللہ صاحب کا جواب شائع ہوا ہے۔ اسے ہم ناظرین کی آگاہی کے لئے درج ذیل کرتے ہیں:-

سوال:- "اسلامی دوران یعنے رسالت محمدیہ میں نزول جسمانی ابن مریم کی کیا ضرورت ہے۔ بنی آدم پر تسلط شیطان روحانی ہے جس کے دفعیہ کے لئے نزول مسیح بھی روحانی ہونا چاہیئے۔ مسیحیوں کا خود عقیدہ ہے۔ کہ مسیح کا نزول ثانی جلالی ہو گا"

اس سیدھے اور صاف سوال کا مطلب یہی ہے۔ کہ شیطانی تسلط جس سے امت لتتبعن سنن من قبلکم۔ کی مصداق بن چکی روحانی رنگ میں ہے۔ اس لئے حضرت مسیحؑ جو یہود کی اصلاح کے لئے گئے تھے۔ وہ بھی مثالی اور روحانی رنگ پر آنے چاہئیں۔ نہ اس وقت اصل یہود ہیں۔ نہ اصل مسیح ہو

مولوی ثناء اللہ صاحب کا جواب

مولوی ثناء اللہ صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں:-

"جتنے انبیاء کرام علیہم السلام آئے ہیں۔ وہ ایسے ہی اوقات میں آئے۔ کہ شیطان کا لوگوں پر غلبہ تھا (استحوذ علیہم الشیطان) تو کیا انبیاء کی پیدائش جسمانی تھی۔ یا روحانی (وجعلنا لھم ازواجاً وذریۃ) مسیحیوں کا عقیدہ جلالی کے معنے ہیں۔ با حکومت۔ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے بلکہ ہمارے زمانہ کے غیر اصلی مسیح قادیانی کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ ملاحظہ ہو براہین احمدیہ اور ازالہ اوہام" (۱۰ر جنوری ۳۱ء)

اس جواب کی جسے فتویٰ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ آخری سطر نے مجھے مجبور کیا۔ کہ میں اس پر تنقید کروں۔ سو میں مندرجہ ذیل باتیں لکھتا ہوں۔

موجودہ زمانہ میں نبی کی ضرورت

اول بے شک انبیاء علیہم السلام شیطانی غلبہ کے وقت ہی آتے رہے اور اس اقرار میں کہ یہ زمانہ بھی شیطانی غلبہ کا ہے۔ آپ نے اعتراف کر لیا۔ کہ اب بھی نبی آنا چاہیئے۔ کیونکہ جو چیز آج سے ڈیڑھ ہزار برس پیشتر نبوت کی داعی تھی۔ اور نبی اس کے مقابلہ کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ وہ آج بھی موجود ہے۔ پس نبی آنا چاہیئے۔ اس کے آنے کا یہی وقت ہے۔ اگر بالفرض حضرت مسیحؑ نے ہی آنا تھا۔ تو اس کی بعثت کا بھی یہی زمانہ تھا۔

نعم ما قال السید المسیح الموعود علیہ السلام

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت

میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

ہر نبی کا نزول ہوتا ہے

دوم:- کیا انبیاء کی پیدائش روحانی تھی۔ یا جسمانی؟ اس کا جواب یہی ہے۔ کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے آسمان سے نہ اترے تھے۔ اسی طرح چاہیئے۔ کہ اب بھی جو مسیح آئے۔ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہو۔ یہ تو میں نے مولوی صاحب کے جواب پر لکھا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس جواب میں مولوی صاحب نے سائل کے سوال کو یا تو سمجھا نہیں۔ یا عمداً اس پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔ کیونکہ سوال نبیوں کی پیدائش کے روحانی یا جسمانی ہونے کا نہیں۔ بلکہ روحانی یا جسمانی نزول کا ہے۔ مولوی صاحب کو بتانا تو یہ چاہیئے تھا۔ کہ جیسے شیطانی تسلط کے وقت نزول انبیاء کے متعلق سنت الٰہی کیا ہے۔؟ وہ پیدائش کا ذکر کرتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ مسیح موعود کی پیدائش جسمانی کے بھی قائل نہیں۔ قرآن مجید سے ظاہر ہے۔ کہ ہر نبی کا نزول ہوتا ہے۔ خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ (الطلاق) کہ ہم نے اس رسول کو تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ اور پھر اس نزول کی حقیقت سورۃ النجم میں دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ کے پاکیزہ الفاظ میں فرما دی ہے۔ اور یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جسم سمیت آسمان سے نہ اترے تھے۔ پس نزول روحانی ہی ہوا۔

نزول نبی کی حقیقت

درحقیقت بات یہ ہے۔ کہ جب انسان نیکی۔ تقویٰ اور پارسائی اختیار کرتا ہے تو وہ سفلی زندگی سے نکل کر اور اس دنیا سے منقطع ہو کر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ قرب الٰہی رفعت وصعود روحانی میں منزل مقصود تک جا پہنچتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ کی صفت ہادی دوسرے طور پر اس کی تجلی فرماتی ہے۔ اور اسے کہتی ہے۔ کہ تو نے گوہر مراد پا لیا۔ اب جا بنی نوع انسان کی طرف نزول کر اور ان کی ہدایت کے سامان کر۔ اور یہ نزول درحقیقت علم ماموریت کا ہی دوسرا نام ہے۔ اور یہ نزول ہر نبی اور رسول کا ہوتا ہے۔ الغرض سوال تو نزول کے متعلق ہے۔ مولوی صاحب کو یہ واضح کرنا چاہیئے۔ کہ آیا حضرت مسیحؑ کے سوا کسی نبی کا نزول جسمانی ہوا ہے۔ اس باب میں انبیاء کی آمد ثانی اور حضرت مسیحؑ کے جواب کو بھی مدنظر رکھ لیں۔

حضرت مسیحؑ نے کب شادی کی

سوم:- مولوی صاحب نے نبیوں کی پیدائش کے جسمانی ہونے کے لئے صرف آیت وجعلنا لھم ازواجاً وذریۃ پیش کی ہے۔ جس سے بحوالہ نبیوں کی بیویاں اور اولاد کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر وہ کہیں۔ کہ جس کے اولاد ہوئی اور جس کی بیوی ہوئی۔ اس کی پیدائش بھی جسمانی ہی تھی۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ یہ استدلال تو درست ہے۔ لیکن پھر سوال یہ ہو گا۔ کہ کیا حضرت عیسیٰ کی اولاد اور بیوی تھی۔؟ اگر نہیں۔ تو کیا پھر ان کی پیدائش جسمانی نہ تھی؟ ثابت ہوا۔ کہ آیت بالا کے ماتحت حضرت مسیح علیہ السلام نے شادی بھی کی اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت مریمؑ کے بطن سے ان کی جسمانی پیدائش بھی نہیں ہوئی۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی شادی اور اولاد یقیناً ۳۳ سالہ زندگی کے بعد ۱۲۰ سالہ زندگی کے ایام میں ہوئی ہے۔ اور یہ وہ مطابق فرمان نبوی ان عیسٰی بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰) فوت ہوئے ہیں*

اس جگہ اگر کسی کو یہ وہم گزرے۔ کہ وہ مسیح اگر دوبارہ شادی کریں گے تو میں کہتا ہوں۔ اوّل تو ان کا آنا ہی امر محال ہے۔ اور خود غیر احمدی علماء کے قلوب بھی اس بارہ میں تذبذب کی حالت میں ہیں۔ دوم ان کی نبوت کے زمانہ پر دو ہزار برس ہونے کو ہے۔ مگر ہنوز ان کی جسمانی ولادت ہی ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وہ دوبارہ اتر کر شادی نہ کریں۔ کیا کسی عقلمند کی عقل اس کی تصدیق کر سکتی ہے۔ سوم اس وہم کا ازالہ خود اس آیت میں ہی موجود ہے۔ جو مولوی صاحب نے پیش کی ہے۔ ساری آیت یوں ہے۔ ولقد

ارسلنا رسلاً من قبلك وجعلنا لهم ازواجاً وذرية وما كان لرسول ان يأتي بآية الا باذن الله لكل اجل كتاب (رعد ع ۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تجھ سے پہلے بھی رسول بھیجے۔ اور ان کے لئے بیویاں اور اولاد پیدا کی۔ کسی رسول کے اختیار میں نہیں۔ کہ بغیر اذن الہیٰ نشان لاسکے۔ ہر اجل کے لئے مقرر کتاب ہے۔ مولوی صاحب نے اس آیت کے حصہ وجعلنا لهم ازواجاً وذرية کو پیش کر کے نبیوں کی پیدائش کو جسمانی بتایا ہے۔ مگر آیت کی ابتدا بتاتی ہے۔ کہ یہ قانون ان تمام رسولوں پر حاوی ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل یہ بات ان کو حاصل ہو چکی تھی۔ پس یہ غلط ہوا۔ کہ حضرت مسیحؑ خود دوبارہ آئیں گے اور شادی کریں گے۔ وہ اب نہیں آسکتے۔ آیت قرآنی کے ماتحت وہ زوجہ اور ذریت والے تھے۔ لہذا ان کی ۱۲۰ سال زندگی ماننی لازمی ہے۔

حضرت مسیحؑ کی جلالی آمد

چہارم:۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ "مسیحیوں کا عقیدہ جلالی کے معنے ہیں با حکومت۔ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے" گویا مسیحیوں کا اور اہلحدیثوں کا عقیدہ باہم مطابق ہے۔ مسیحیوں کا عقیدہ ان کے اپنے ساتھ ہے۔ مگر اناجیل صاف کہہ رہی ہیں۔ کہ مسیح خود بعینہ نہیں آسکتا۔ اگر وہ خود آگیا۔ تو اس کا فیصلہ باطل ہو جائیگا۔ جو اس نے ایلیا کی آمد ثانی کے بارہ میں بایں الفاظ فرمایا تھا۔ "چاہو تو مانو ایلیا جو آنیوالا تھا یہی (یحییٰ) ہے جس کے سننے کے کان ہوں وہ سن لے۔" (متی ۱۱/۱۴) اناجیل سے تو اس کی جلالی یعنی حاکمانہ آمد کا بجز قیامت کے کوئی ثبوت نہیں جس وقت کہ اس کے ساتھ حواری بھی ہوں گے۔ جیسا کہ مسیح نے کہا۔ "جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا۔ تو تم بھی جو میرے پیچھے ہوئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے۔" متی ۱۹/۲۸ دنیاوی آمد کے لئے تو اناجیل میں بکثرت یہ الفاظ ہیں۔ کہ اس کا آنا چور کی طرح ہوگا۔ عیسائیوں نے غلطی سے دونوں کو خلط ملط کر دیا۔ اور جلالی آمد دنیا میں سمجھ لی۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی ان سے اتفاق کر کے غلطی کھا۔ ورنہ بات تو صرف یہ تھی۔ کہ اُنکے لئے مسیح موعود اس لئے مقرر ہوا تھا۔ کہ اسلام کی صداقت اور عیسائیت کی بطالت پر شہادت دے۔ یحکم بالشريعة المحمدية ويبطل النصرانية

مولوی ثناء اللہ کی دھوکہ دہی

پنجم:۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ "مسیح قادیانی کا بھی یہی عقیدہ ہے" اور پھر آپ نے اس کے لئے براہین احمدیہ اور ازالہ اوہام کا حوالہ دیا ہے۔ دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا۔ کہ آپ لکھتے۔ براہین احمدیہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت سے پہلے کی کتاب ہے۔ مسیح کے جسمانی نزول کا خیال ہے تھا۔ مگر آپ نے قرآن مجید اور وحی الہیٰ کے ماتحت اس کی تردید کر دی تعجب پر تعجب تو یہ ہے کہ آپ اس کے ثبوت کے لئے ازالہ اوہام کا حوالہ دیتے ہیں جہاں صاف لکھا ہے:۔

"ہاں ان کی یہ خاص مراد کشفاً والہاماً وعقلاً وفرقاناً مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی کہ وہ لوگ سچ مچ کسی دن حضرت مسیح ابن مریم کو آسمان سے اترتے دیکھ لیں گے۔ سو انہیں اس بات پر ضد کرنا کہ ہم تب ہی ایمان لائیں گے۔ کہ جب مسیح کو اپنی آنکھوں سے آسمان پر سے اترتا ہوا مشاہدہ کریں گے۔ ایک خطرناک ضد ہے" (ص۲۰۳ طبع سوم)

مقام حیرت ہے۔ کہ مندرجہ بالا فتویٰ میں ازالہ اوہام کے حوالہ سے مسیح کے جسمانی نزول کا عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے والے وہی صاحب ہیں۔ جو قبل ازیں لکھ چکے ہیں:۔

"اس کے بعد مرزا صاحب نے ۱۳۰۸ ہجری مطابق ۱۸۹۱ء میں رسالہ فتح اسلام۔ توضیح مرام اور ازالہ اوہام شائع کئے ہیں۔ جن میں اس خیال کی تبدیلی یوں کی کہ مسیح موعود جن کی بابت براہین کی مذکورہ عبارت میں لکھا تھا۔ کہ اطراف واقطاع دنیا میں اسلام پھیلائینگے۔ ان کا منصب کا دعویٰ خود اختیار کر لیا۔ یعنے (مانا) کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے وہ تو نہیں آئیں گے۔ بلکہ ان جیسا کوئی آئیگا۔ اور وہ میں ہوں" (مرزائیت کی تاریخ ص ۲۵)

حضرات! سائل پوچھتا ہے کہ ابن مریم کے جسمانی نزول کی کیا ضرورت ہے۔ مولوی صاحب اس عقیدہ کو اپنا اتفاقی اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ بتاتے ہیں۔ کیا یہ دیانتداری ہے؟ کیا اسی طرح فتاویٰ میں فریب وکذب سے کام لیا جاتا ہے؟ انصاف چاہتا ہے۔ کہ انسان اپنے مخالف کی طرف وہ بات منسوب کرے جو وہ مانتا ہو نہ کہ غلط بیانی سے مخلوق کو گمراہ کرے۔ ہمارے بیانات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کے جسمانی نزول کا خیال سراسر باطل اور بے ثبوت ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ ان کی آمد سے مراد امت محمدیہ کے ہی ایک کامل فرد کا صفت مسیحیت سے متصف ہونا ہے۔ تاکہ یہود ونصاریٰ کو بتایا جائے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ اگر موسیٰ وعیسیٰ زندہ ہوتے تو میرے تابعدار ہوتے۔ یہ حقیقت پر مبنی ہے۔ کیونکہ حضور کے خدام اور غلاموں میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو ان مراتب عالیہ سے بہرہ ور ہیں۔ اور پھر بھی ان کا درجہ یہی ہوتا ہے۔ ؎

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد

مبارک ہیں وہ جو اب بھی سمجھیں۔ اور خدا کے برحق مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر ایمان لائیں۔

حضرت مسیحؑ کے شخصی نزول میں اشکال

مندرجہ بالا مضمون لکھا جا چکا تھا۔ کہ اخبار اہلحدیث ۲۵ نومبر آگیا اس میں پھر سائل کی طرف سے اس سوال کی توضیح کی گئی ہے۔ اس لئے ہم وہ حصہ بھی درج کرتے ہیں۔ سائل لکھتا ہے:۔

"شخصی نزول کے عقیدہ میں ایک یہ اشکال بھی ہے۔ کہ آپ کا نزول مثلاً ہندیا چین یا یورپ وغیرہ میں ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ دوسرے ممالک کے لوگ مسلمان اور مؤمنین اس کی رویت اور صحبت سے محروم رہیں گے کیونکہ شخصی وجود ہر جگہ حاضر ناظر نہیں رہ سکتا۔ لہذا نزول مجازی ہو سکتا ہے نہ حقیقی۔ حضرت مسیح نے ایسے نزول کو خود بھی مجازی مانا ہے جس کی نظیر ایلیا کا نزول ہے۔ بحوالہ متی ۱۱/۱۴ و ۱۷/۱۲ و یوحنا ۱۴/۳ میں ہے "میری بادشاہت اس جہاں کی نہیں" یعنے روحانی ہے۔ لہذا حقیقی نزول کی ضرورت نہیں"

مولوی ثناء اللہ کا جواب

مولوی صاحب نے اس کے تین حصے کر کے مجموعی جواب ذیل ص۲۳ و ص۲۴ و ص۲۱۵ میں یوں لکھا ہے۔

"پہلے انبیاء کرام خصوصاً سید الانام علیہ السلام کی مثال کافی ہے کہ ساری دنیا کو آپ کی زیارت نہ ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ جن لوگوں نے آپ کو مان لیا تھا۔ ان میں سے بھی بعض کو زیارت نہ ہوئی۔ جیسے ہر قل اور اویس قرنی وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ حوالہ کلی اسلامی بحث نہیں۔ خاص کر آج کے مدعی مسیحیت کے نزدیک تو اناجیل محرف ہیں۔ ملاحظہ ہو چشمہ معرفت"

ناظرین خود بخود سوال کا وزنی ہونا۔ اور مولوی صاحب کے جواب کی سخافت سمجھ سکتے ہیں۔ انبیاء کرام تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے رہے اور ایسا ہونا ضروری تھا۔ تاکہ ایمان بالغیب کا مقام رہے۔ اس صورت پر تو کوئی سوال نہیں۔ سوال تو اس پر ہے۔ کہ آپ لوگ خواہ مخواہ خلاف عقل ونقل مسیح کو آسمان سے جسم سمیت اترتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ کہ دیکھنے والوں کے نزدیک آسمان سے اترنا یا نہ اترنا یکساں ہوگا۔ تو بتلایئے آسمان سے اترنے کا کیا فائدہ ہوا؟ انجیل محرف ہے۔ مگر جو حصہ قرآن مجید کے ساتھ موافق ہے۔ اس کا بالتبع ماننا مناسب ہے یا کم از کم عیسائیوں پر تو حجت ہے۔ ہاں بھلا یہ تو بتلایئے۔ کہ پہلی مرتبہ تو آپ نے نصاریٰ سے موافقت ہو جانا ہی اپنی صداقت قرار دی تھی۔ اور اب انجیل سے بھی منہ پھیر رہے ہیں۔ سچ ہے۔ باطل کے پاؤں نہیں ہوتے۔

پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی مثال اس لئے نہیں پیش کی جا سکتی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طریق سے معبوث ہوئے تھے۔ جس طریق سے باقی سلسلے انبیاء۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان سے اترنا ایسی مثال ہے جس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس کی وجہ یہی پیش کی جاتی ہے۔ کہ تا ساری دنیا ان پر ایمان لے آئے۔ لیکن جبکہ ان کے آسمان سے اترنے پر بھی اشکال ہی رہی۔ اور ساری دنیا ان کے آسمان سے اترنے کی قائل نہ ہو سکی۔ تو پھر اتنا لمبا عرصہ انہیں آسمان پر بٹھائے رکھنے اور تمام انبیاء کے طریق بعثت کے خلاف آسمان سے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہوا۔ دراصل یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ اور یہ عقیدہ رکھنے والے نہ عقل سے اور نقل سے کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔

خاکسار

اللہ دتا جالندھری

از حیفا فلسطین

تاریخ اسلام

بنو قریظہ پر فوج کشی

بنو قریظہ کی غداری

گذشتہ مضمون میں یہ بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ باوجودیکہ بنو قریظہ اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا۔ مگر اس بدبخت قوم نے عین اس وقت مسلمانوں سے غداری کی۔ جب افق مدینہ پر خطرات و خدشات کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایک طرف تو بنو نضیر کی احسان فراموشی کے نتیجہ میں عرب کے قریبًا تمام قبائل مدینہ پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اور دوسری طرف یہود ان بنو قریظہ نے بدعہدی کی۔ اور مسلمانوں کے خلاف ہو کر حملہ آوروں سے مل گئے۔ ظاہر ہے کہ ایسے خطرناک پڑوسی کو بغیر تنبیہ کے چھوڑ دینا ہرگز قرین دانشمندی نہیں تھا۔ اس لئے جنگ احزاب سے فراغت کے بعد منشائے ایزدی کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قلعوں کی طرف پیش قدمی کا ارشاد فرمایا۔ اور صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت علی کو سب سے پہلے روانہ کر دیا۔

مزید شرارت

بجائے اس کے کہ یہ لوگ اپنے کئے پر نادم ہوتے اور گذشتہ فروگذاشت کے لئے معافی طلب کرتے۔ انہوں نے نہایت بدتمیزی کا اظہار کیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کی شان میں گالیاں بکنے لگے۔ اسی عرصہ میں حضور خود صحابہ کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ جا پہنچے۔ اور ان کے قلعوں کو محاصرہ میں لینے کا حکم دے دیا۔

بنو قریظہ کی پریشانی

اگرچہ پہلے پہل ان لوگوں نے کسی قسم کی تشویش کا اظہار نہ کیا۔ اور نہایت ڈھٹائی سے پیش آتے رہے۔ لیکن آہستہ آہستہ انہیں اپنی پوزیشن کا احساس ہو گیا۔ اور باہم مشورے کرنے لگے۔ کہ کیا کرنا چاہئے۔ کم و بیش بیس دن کے بعد یہ لوگ اس امر پر رضامند ہوئے کہ اوس قبیلہ کے رئیس حضرت سعد بن معاذ ان کے متعلق جو فیصلہ کریں۔ وہ انہیں منظور ہوگا۔ وجہ یہ تھی۔ کہ یہ قبیلہ ان کا حلیف تھا۔ اور اس زمانہ کے دستور کے مطابق انہیں اپنے حلیف سے نرمی کے سلوک کی توقع تھی۔

حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ

حضرت سعد بن معاذ اگرچہ جنگ احزاب میں زخمی ہو چکے اور مسجد نبوی میں زیر علاج تھے۔ لیکن آپ فیصلہ کے لئے گئے۔ اسی موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کی آمد پر صحابہ کو قوموا الیٰ سیدکم کا ارشاد فرمایا۔ حضرت سعد نے فیصلے سے قبل اپنی قوم اور خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد لے لیا۔ کہ میرا فیصلہ مانا جائیگا۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا عہد فرمایا۔ تو آپ نے فیصلہ کیا۔ کہ اس قوم کے تمام جنگجو افراد قتل کر دئے جائیں۔ ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنا لئے جائیں۔ اور اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دئے جائیں۔

فیصلہ کا نفاذ

اس فیصلہ کے بعد یہود کو مدینہ میں لا کر ان کی عورتوں بچوں اور مردوں کو علیحدہ علیحدہ مکانات میں جمع کر دیا گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے ماتحت صحابہ کرام نے ان کے کھانے پینے کے لئے بکثرت پھل وغیرہ جمع کر دئے۔ دوسرے روز علی الصباح حضرت سعد کے فیصلے کا نفاذ ہونا تھا۔ جس کے لئے چند موزون آدمی مقرر کر دئے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قریب ہی تشریف فرما تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ تمام مجرم علیحدہ علیحدہ قتل کئے جائیں۔ تا ایک دوسرے کو قتل ہوتے نہ دیکھ سکے۔ اگرچہ حضرت سعد کے فیصلہ کی اپیل عدالتی رنگ میں کسی کے پاس بھی نہ ہو سکتی تھی۔ تاہم ایک بادشاہ کی حیثیت سے آپ نے بعض لوگوں کے متعلق اسے منسوخ بھی فرمایا۔ اور صحابہ کرام میں سے اگر کسی نے کسی کی سفارش کی۔ تو اسے بھی چھوڑ دینے کا ارشاد فرمایا۔ عورتیں اور بچے جو قید کئے گئے تھے۔ ان کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ انہیں نجد کی طرف بھیج دیا گیا۔ اور اہل نجد نے زر فدیہ ادا کر کے انہیں اپنے پاس رکھ لیا۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ وہ مدینہ میں ہی مسلمانوں میں تقسیم کر دئے گئے۔ اور ان میں سے بعض نے فدیہ ادا کر کے رہائی بھی حاصل کر لی۔ اور بعض مسلمان ہو گئے کل یہود جو اس فیصلہ کے مطابق قتل کئے گئے۔ ان کی تعداد چار سو کے قریب بیان کی جاتی ہے۔

سعد کے فیصلہ پر غیر مسلم مؤرخین کے اعتراضات

غیر مسلم مؤرخین نے اس واقعہ کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت ناروا اعتراضات کئے ہیں۔ اور اسے ایک نہایت ہی ظالمانہ فعل قرار دیا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو یہ محض تعصب اور بغض کی وجہ سے ہے۔ ورنہ ایک منصف مزاج شخص اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اول تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں بلکہ حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ تھا۔ جنہیں ان لوگوں نے خود اپنے لئے منصف مقرر کیا تھا۔ لیکن اگر اس سے قطع نظر کر لیا جائے۔ تو بھی اس فیصلہ کو ظالمانہ اور سفاکانہ نہیں کہا جا سکتا۔ بنو قریظہ مسلمانوں کے معاہد تھے۔ اور اس لحاظ سے عین ایسے موقع پر جب مسلمان اپنے سے کئی گنا زیادہ دشمنوں سے چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے۔ ان کی طرف سے بلا سبب اور بلا وجہ بدعہدی ہونا اور عین وقت پر دھوکا دینا نہایت ہی کمینہ اور بیاحیا فعل تھا۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی عقلمند قوم ایسے مار آستین اور دغا پیشہ لوگوں کو اپنے راستہ سے دور کئے بغیر آرام و چین کا سانس نہیں لے سکتی۔ اور اس لحاظ سے مسلمانوں کا فرض تھا۔ کہ ان کی اس غداری کی سزا ان کو دیتے۔ ان کے لئے جو بھی سزائیں تجویز کی جا سکتی تھیں۔ وہ یہی ہیں کہ یا تو انہیں جلاوطن کیا جاتا۔ جیسے بنو نضیر اور بنو قینقاع کے معاملہ میں کیا گیا۔ اور یا مدینہ میں ہی انہیں قید اور نظربندی کی حالت میں رکھا جاتا اور یا جنگجو آدمیوں کو قتل کر دیا جاتا۔ ان تینوں سزاؤں پر اگر غور کیا جائے۔ تو آخری سزا ہی قرین مصلحت نظر آتی ہے۔ اول تو اس لئے کہ انہیں جلاوطن کیا جاتا۔ تو وہ بھی اسی طرح فتنہ انگیزی اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے منصوبے کرنے میں مشغول ہو جاتے۔ جس طرح بنو نضیر وغیرہ نے شروع کر رکھے تھے۔ اور جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو جنگ احزاب جیسی پریشان کن جنگ کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی عقلمند اپنے دشمن کو اپنے خلاف بغض و عداوت کی آگ بھڑکانے کے لئے چھوڑ نہیں سکتا۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہئے۔ کہ جن لوگوں نے معاہدہ کے باوجود بغیر کسی سبب اور عذر کے مسلمانوں کی مخالفت کی۔ وہ جلاوطن ہونے کے بعد کیا کچھ نہ کرتے دوسری صورت بھی موزون نہیں۔ کیونکہ مدینہ کے مسلمانوں ایسی غریب جماعت کا کئی سو آدمیوں کا خرچ مستقل طور پر اپنے ذمہ لے لینا خود ان کے لئے امر آسان نہ تھا۔ پھر ہر وقت ان کی نگرانی اور خبرگیری بجائے خود ایک پریشان کن کام تھا۔ اس لئے ان کے واسطے اس سے زیادہ موزون فیصلہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ جو خود ان کے اپنے تجویز کردہ منصف حضرت سعد بن معاذ کی طرف سے کیا گیا۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا۔

ایک غیر مسلم مؤرخ کی رائے

مسٹر مارگولیس جیسا مؤرخ بھی اپنی تصنیف محمد صفحہ ۳۲۳ پر لکھتا ہے:

"غزوہ احزاب کا حملہ جس کے متعلق محمد صاحب کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ وہ محض خدائی تصرفات کے ماتحت پسپا ہوا۔ وہ بنو نضیر ہی کی اشتعال انگیز کوششوں کا نتیجہ تھا۔ اور بنو نضیر وہ تھے۔ جنہیں محمد صاحب نے صرف جلاوطن کر دینے پر اکتفا کی تھی۔ اب سوال یہ تھا۔ کہ کیا محمد صاحب بنو قریظہ کو بھی جلاوطن کر کے اشتعال انگیز کوششیں کرنیوالوں کی تعداد میں اضافہ کر دیں۔ دوسری طرف وہ قوم مدینہ میں نہیں رہنے دی جا سکتی تھی۔ جس نے اس طرح برملا طور پر حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا۔ ان کا جلاوطن کرنا غیر محفوظ تھا۔ مگر ان کا مدینہ میں رہنا بھی کم خطرناک نہ تھا۔ پس اس فیصلہ کے بغیر چارہ نہ تھا۔ کہ ان کے قتل کا حکم دیا جاتا۔"

تحقیق الادیان

آریہ اور گوشت خوری

گوشت خوری کا رواج

کل فاتح قوموں میں گوشت خوری کی عادت پائی جاتی ہے۔ اور کسی ملک کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھو جب کسی قوم نے ترقی کی ہے۔ اسکے افراد میں گوشت خوری کا رواج ضرور ہوگا۔ ان النادر کالمعدوم

کسی قوم میں کسی جانور کا گوشت پسند کیا جاتا ہے۔ تو کسی قوم میں کسی جانور کا۔ بعض قومیں بکرے کے گوشت کو اعلیٰ سے اعلیٰ گوشت قرار دیتی ہیں۔ بعض دنبے کے گوشت کو پسند کرتی ہیں۔ بعض گائے کے گوشت کو سب سے زیادہ مزیدار قرار دیتی ہیں۔ بعض اونٹ کو لطیف سمجھتی ہیں۔ پھر بعض کے خیال میں مچھلی کا سا گوشت کسی حیوان کا نہیں ہوتا۔ اور بعض کے نزدیک طیور کا گوشت سب پر فائق ہے۔ بعض جنگلی جانوروں کے شکار کو پسند کرتی ہیں۔ لیکن گوشت کا رواج دنیا کے اکثر حصوں میں ہے۔ اور دنیا کی آبادی کا اکثر حصہ اس کا استعمال رکھتا ہے۔

آریوں کی مخالفت

اس زمانہ میں آریوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا ہے۔ کہ گوشت خوری سخت گناہ ہے۔ اور اپنے جیسے جانداروں پر ظلم ہے جبکہ دیگر حیوان بھی ویسی ہی روح رکھتے ہیں۔ جیسے ہم اور ہماری طرح تکلیف کا احساس ان میں بھی ہے۔ تو پھر گوشت خوری کے کیا معنی لوگوں اپنے مزے کی خاطر جانوروں کو تکلیف میں ڈالا جائے۔ اور جبکہ گوشت کے علاوہ اور کھانے بھی موجود ہیں۔ پھر گوشت کا استعمال صریح سنگدلی پر دال ہے۔

لیکن جب ان میں گوشت خوری کے خلاف تحریک ہوئی۔ فوراً ان میں دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک گھاس خور کہلائی اور دوسری نے اپنا نام پایا جو کالج پارٹی یا ماس خوری ہے۔ اور یہی زیادہ کام کر رہی ہے میں دیانند کالج جو پنجاب کے کالجوں میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ اسی پارٹی کا بنایا ہوا ہے اور اسی کی کوششوں پر چلتا ہے۔

آریوں کی گوشت خوری

تعجب ہے۔ کہ حیوانوں کی تکالیف پر تو آریہ اس قدر نادم ہوتے ہیں اور تمام فرقوں اور قوموں سے دست بگریبان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اور اپنے جلسوں میں ان کی وقت کے ایڈووکیٹ ہیں کہ کل گوشت خور قوموں کو ظالم اور مجرم قرار دیتے ہیں۔ لیکن انسانوں کا گوشت کھانا ان کا شیوہ ہے۔ کوئی بزرگ نبی کوئی رشی کوئی ریفارمر ایسا نہیں گزرا جس پر ذاتی طور سے گند کا الزام انہوں نے نہ لگایا ہو۔ اور جسے ہر قسم کی ناپاکیوں میں ملوث نہ قرار دیا ہو۔ مسلمان انکے ہم وطن ہیں۔ انکے ماتحت مدتوں تک آرام و چین سے یہ لوگ زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ ان کی حکومتوں میں بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ اور بڑی سے بڑی ذمہ داریوں کے کام ان کے سپرد رہے لیکن پھر ان کے اس قدر احسان کو باوجود اس سلوک کے اہل ہنود کا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ وہ ہر کس و ناکس پر ظاہر ہے جو قوم حیوانوں کے گوشت کھانے پر نالاں ہے۔ اسکو تو کم از کم انسانوں کے گوشت کھانے سے تو پرہیز کرنا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس کہ آریہ حیوانوں کے لئے تو اسقدر چیختے اور چلاتے ہیں۔ مگر انسانوں کی ہمدردی ان میں نام کو باقی نہیں۔ ہر ایک فرقہ اور گروہ ان کے ہاتھوں سے نالاں ہے۔ اس لئے نہیں۔ کہ ان کی وجہ سے کسی مذہب کو خطرہ ہے۔ بلکہ اس لئے کہ ان کے وجود سے خود ہندوستان کے وجود کو خطرہ لگا ہوا ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ ان کے ہاتھوں ہندوستان کی اخلاقی حالت بہت ہی نیچے گر جائے۔

ست جگ کا حال

آج کل کے آریہ تو گوشت خوری پر اس قدر شور کرتے ہیں۔ اور ایک گائے کے بدلے انسانوں کو مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور کئی جگہ ایسا کر بھی چکے ہیں۔ لیکن اگر ان کے آباء کا حال پڑھیں۔ اور اس زمانہ پر نظر کریں۔ جب ہندو اپنے پورے اوج میں تھے۔ اور ہندوستان انہیں کے قبضہ میں تھا۔ اور جس وقت کے گیت گاتے ہوئے آج بھی ان کی زبانیں خشک ہوتی ہیں۔ اور جس زمانہ کو یاد کرکے ان کے مردہ دلوں میں فرحت کی لہر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو واقعہ کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور ہم نہ صرف جانوروں کے گوشت کو ہی [illegible] پر بھنا ہوا دیکھتے ہیں۔ بلکہ برہمنوں کو گائے کے گوشت کے کباب کھاتے ہوئے پاتے ہیں۔ اور یہ نظارہ ان کے دلوں میں ایک خاص ولولہ پیدا کرتا ہے چنانچہ وہ ان دعاؤں میں جو وہ اپنے معبودوں کے سامنے کرتے ہیں۔ اس کو پیش کرکے اپنے لئے برکتیں اور رحمتیں طلب کرتے ہیں۔

وید میں گائے کی قربانی

وید کی شرتیوں سے دوسرے جانوروں کی قربانی تو الگ رہی گائے تک کی قربانی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ رگوید میں ہے۔

سُلے اندر جو کہ تیز رفتار اور طاقتور اور سب کا سوامی ہے اس ورتر کو اپنا بجر چلایا۔ اور اس کو جدا جدا کر دیا جیسے قصائی گائے کو کاٹتا ہے۔ تاکہ مینہ برسے اور پانی زمین سے بہے (رگوید ادھیائے ۱ سکت ۴ منتر ۱۲) اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں گائے ذبح کی جاتی تھی بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ عام طور سے ذبح کی جاتی تھی۔ کیونکہ قصائی اسی جگہ ہوتا ہے۔ جہاں کثرت سے جانور ذبح کئے جائیں ورنہ کبھی کبھار ذبح کرنے کے لئے قصائی نہیں ہوتے۔ لوگ خود کر لیتے ہیں۔ قصائی اسی جگہ ہوں گے۔ جہاں ذبح کی اجرت سے ان کا گزارہ چل سکتا ہو۔

ڈاکٹر راجندر لعل صاحب جو سنسکرت کے ایک بڑے عالم بنگالی گزرے ہیں لکھتے ہیں۔ جو حیوان ذبح کئے جاتے تھے۔ ان کو قدیم آریہ کھاتے بھی تھے چنانچہ وہ بتلاتے ہیں۔ سوالیانہ سوتروں میں چڑھاوؤں کے بقیہ کے کھانے کی نسبت ہدایتیں دی گئی ہیں۔ اور ایترین ویدک گوپتھ برہمن میں مفصل طور سے ان شخصوں کے نام دیئے جاتے ہیں۔ جو قربانی کی رسم کے ادا کرنے میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا کرتے تھے۔ اور بتلایا جاتا ہے۔ کہ ہر ایک کو قربانی شدہ جانور کا کون کونسا حصہ ملنا چاہیئے۔

اسی طرح پروفیسر ولسن صاحب لکھتے ہیں " اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ گھوڑا ذبح کیا جاتا تھا۔ اور اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کرکے درست کیا جاتا تھا اور اس میں سے کچھ ٹکڑے تو ابالے جاتے تھے اور کچھ بھونے جاتے تھے"

ہندو دھرم میں جانوروں کی قربانی

ڈاکٹر راجندر لعل مترا اپنی کتاب انڈین آرین پر لکھتے ہیں۔ کہ ہندو مذہب کی تعلیم خواہ کیسی ہی رحم اور مہربانی سے پر کیوں نہ ہو۔ مگر وہ حیوانوں کی قربانی کے بالکل مخالف نہیں ہے۔ بلکہ بہت سی بڑی بڑی رسموں کے ادا کرتے وقت کئی قسم کے حیوان اور پرندے کثرت کے ساتھ ذبح کئے جاتے تھے ایک رسم کو پورا کرنے کیلئے رسم ادا کرنے والے کیلئے بھی ضروری ہوتا تھا کہ وہ سمندر میں ڈوب کر مر جائے۔ اس کو وہ مہاپرستھان کہتے تھے۔ ایک اور رسم کفارہ کے لئے ہوتی تھی۔ جس میں گنہگار اپنے تئیں جیتا ہی راکھ کر لیتا تھا۔ اس کو تشانل کہتے تھے بنگال کی رحم دل عورتیں بہت عرصہ تک اپنے پلوٹھے بچوں کو دریائے گنگا میں پھینکتی رہی ہیں۔ آج کل اگر ہندو مذہب کے پیروؤں نے ان باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ تو یہ امر کچھ بھی خلاف عقل معلوم نہیں ہوتا۔ کہ قدیم زمانہ میں دیوتاؤں کے غضب مٹانے کے لئے انسان قربان کئے جاتے تھے اس قیاس پر مبنی ہے کہ بکثرت جگہیں قربانی کی جاتی تھی۔ بلکہ انسان بھی قربان کئے جاتے تھے

ہندو دھرم شاستر اور گوشت خوری

مونٹ سٹورٹ الفنسٹن لکھتے ہیں۔ کہ منو کے دھرم شاستر میں بڑی بڑی تہواروں میں بیل کے گوشت کھانے کیلئے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے اگر نہ کھائیں۔ تو گنہگار ہوں۔

شاستر میں لکھا ہے۔ جو جانور کھانے میں آتے ہیں۔ اور جو لوگ انہیں کھاتے ہیں۔ وہ دونوں کو برہما نے پیدا کیا ہے۔ اس لئے اگر شاستر کے طور پر انہیں کھائیں۔ تو کچھ گناہ نہیں۔ اور دیوتاؤں اور پتروں کو گوشت چڑھا کر کھانا کچھ پاپ نہیں۔ اور برہمنوں کو سانپ گرگٹ چھپکلی۔ گرمچھ۔ خرگوش وغیرہ کھانا درست ہے۔ (ترجمۃ الہند) منو شاستر میں ہے۔ کہ سورج کی اترائیں اور دکھشائن میں الیسان یعنی قربانی کرنا اور کھانا فرض ہے (ترجمۃ الہند)

اسی باب پنجم اتھرون وید میں ہے۔ کہ جن حیوانات کے قتل کے واسطے ہیں۔ وہ خوردہ میں خوراک سے خورندہ کو شرف حاصل ہے۔ (ترجمۃ الہند)

مہابھارت اور گوشت خوری

اس کے علاوہ مہابھارت وغیرہ کتب سے تو گوشت خوری کی عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ خود راجہ رام چندر شکار کرتے تھے اور ہرن کا گوشت کھاتے تھے جیسا کہ اچھی طرح ثابت ہے۔ کہ ست جگ میں جبکہ دنیا میں بدی کا نام و نشان نہ تھا۔ اور وید اترے ہوئے تھے۔ گوشت خوری جاری تھی۔ اور بعض تیوہاروں کے موقعہ پر فرض تھی۔ تو اس زمانہ میں نہ معلوم آریہ صاحبان اسکے خلاف کیوں زور لگا رہے ہیں۔ یا تو ویدوں کو اس زمانہ کے تمام لوگوں کو مجرم قرار دیں۔ یا اقرار کریں۔ کہ گوشت خوری کے معاملہ میں جو ان کی رائے ہے۔ وہ محض کمزوری اور ضعف قلب کی وجہ سے ہے۔ ورنہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ ہندو دھرم میں بھی گوشت خوری پائی جاتی ہے۔ اور ہندوؤں کی مقدس کتب میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اب اگر گوشت خوری بری ہے۔ تو ہندو مذہب بھی اسی برائی میں مبتلا ہے۔

اخبار زمیندار کا ایک فرضی خط
سکرٹری کشمیر کمیٹی لاہور کا تردیدی اعلان

اخبار "زمیندار" کی اشاعت مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ایک خط مورخہ ۱ ماہ حال کا لکھا ہوا شائع کیا گیا ہے جس کے متعلق ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ سکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے قادیان سے ایک صاحب بابو محمد عالم صاحب کے نام جنہیں امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی بتایا جاتا ہے لکھا ہے اور اس سے نتیجہ یہ نکالا گیا ہے۔ کہ گویا آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے کام کے پردہ میں احمدیت کی تبلیغ کی جارہی ہے :-

اس خط کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے مجھے تردید کا اختیار دیا ہے صاحب صدر فرماتے ہیں کہ قطعاً کوئی ایسا خط ان کے حکم یا اطلاع سے نہیں لکھا گیا۔ اور چونکہ سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی مورخہ ۱۴ اکتوبر سے کشمیر میں ہیں اس لئے یہ بھی ہرگز ممکن نہیں ہوسکتا کہ ان کی طرف سے کوئی خط ۱ تاریخ کو قادیان سے لکھا گیا ہو۔ علاوہ ازیں جن صاحب یعنی بابو محمد عالم صاحب کی طرف اس خط کا بھیجا جانا ظاہر کیا جاتا ہے وہ قریباً دو ماہ کا عرصہ ہوا فوت ہوچکے ہیں۔ اور جب وہ زندہ تھے اس وقت بھی وہ امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی نہیں تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایسے غیر ذمہ دار شخص نے یہ خط لکھ دیا ہے جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ بابو محمد عالم صاحب عرصہ ہوا فوت ہوچکے ہوئے ہیں۔

بہر حال آل انڈیا کشمیر کمیٹی اس خط سے قطعی طور پر بری الذمہ ہے۔ لیکن صاحب صدر فرماتے ہیں کہ اگر دلیل کے طور پر اس خط کو اصل بھی سمجھ لیا جائے تو پھر بھی اس کا مضمون ہرگز اس نتیجہ کا متحمل نہیں ہوسکتا جو اس سے نکالا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی دور کا اشارہ بھی احمدیت کی تبلیغ کا نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہ مذکور ہے کہ اگر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے متعلق کوئی غلط فہمی پیدا کی جائے تو اس کا ازالہ کیا جائے۔ اور یہ کہ کشمیر کمیٹی کا کام لوگوں کو بتا کر اس معاملہ میں ان کی ہمدردی حاصل کی جائے۔ اور نیز یہ کہ کشمیر کے معاملہ میں کوئی فرقہ وارانہ سوال پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔

اب ظاہر ہے کہ کسی عقلمند کے نزدیک یہ طریقہ قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔ بلکہ فی زمانہ مسلمانوں کی یہی بہترین سیاسی پالیسی سمجھی گئی ہے کہ سیاسی معاملات میں فرقہ وارانہ سوال نہیں اٹھنا چاہیئے۔

پس صاحب صدر فرماتے ہیں کہ گویہ خط ہرگز آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے نہیں لکھا گیا لیکن اس کا مضمون قابل اعتراض نہیں سمجھا جاسکتا سوائے اس کے کہ کوئی شخص دیدہ دانستہ اسے قابل اعتراض رنگ دے دے۔ جس کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ ہماری طرف سے پہلے سے صاف طور پر اعلان ہوچکا ہے۔ جو یہ ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے کام میں احمدیت کی تبلیغ قطعاً نہیں کی جارہی بلکہ ہم اسے ایک بددیانتی کا فعل سمجھتے ہیں کہ کشمیر کمیٹی کے کام کے پردہ میں اپنے مذہبی عقائد کی تبلیغ کریں :-

خاکسار رفضل کریم بی۔ اے (علیگ) ایل۔ ایل۔ بی وکیل سکرٹری کشمیر کمیٹی لاہور

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اور امام صاحب مسجد احمدیہ لندن

مولانا مہر مدیر انقلاب نے اپنے مکتوب میں جو ۱۹ اکتوبر کے انقلاب میں شائع ہوا ہے۔ جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی ایک خاص تقریر اور خانصاحب فرزند علی صاحب امام مسجد احمدیہ لندن کے متعلق جو تذکرہ کیا ہے۔ وہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے :-

چوہدری صاحب کی تقریر

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کی پوزیشن واضح کرتے ہوئے بتایا کہ مرکز کی ذمہ داریاں اہم مسائل فرقہ وار مسائل سے نہایت گہرا تعلق رکھتے ہیں اور جب تک فرقہ وار مسائل طے نہ ہوں مسلمانوں کے لئے فیڈرل سٹرکچر کمیٹی کے اجلاس میں حصہ لینا یا اس کے کام میں مناسب و مفید امداد دینا بالکل مشکل ہے البتہ سردست ان مباحث کے متعلق رائے دینے میں مسلمانوں کو تامل نہیں ہوگا۔ جن کا فرقہ وار مسائل سے براہ راست کوئی تعلق نہیں لیکن جونہی کوئی ایسا مسئلہ سامنے آئیگا۔ جس کا تعلق فرقہ وار مسائل سے ہوگا تو مسلمانوں کے لئے رائے دینا یا مباحث میں حصہ لینا مشکل ہو جائیگا۔ اور نہ اس حالت میں فیڈرل کمیٹی ان کے تعاون سے کوئی فائدہ اٹھا سکے گی۔ آخر میں چوہدری صاحب نے گاندھی جی کے متعلق کہا کہ جب اوائل مارچ میں فیڈرل کمیٹی کے ممبروں کا ایک اجتماع وائسریگل لاج (دہلی) میں ہوا تھا۔ تو گاندھی جی نے فرقہ وار مسائل کے فیصلے کو سب سے زیادہ اہم اور ضروری بتایا تھا۔ بلکہ فرمایا تھا کہ اگر فرقہ وار اختلافات کا فیصلہ نہ ہوگا۔ تو ان کا گول میز کانفرنس میں شریک ہونا بالکل بے سود اور بے نتیجہ ہوگا۔ لیکن آج وہ فرمارہے ہیں کہ فرقہ وارانہ مسائل کو چھوڑ کر عام آئینی مسائل پہلے طے کئے جائیں۔

مسجد احمدیہ لنڈن میں نو مسلموں سے ملاقات

گزشتہ اتوار کو مولانا فرزند علی صاحب امام مسجد لنڈن نے بعض اصحاب کو لنچ پر مدعو کیا تھا۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت علامہ اقبال۔ مولانا شوکت علی۔ چوہدری ظفر اللہ خان۔ حافظ ہدایت حسین۔ مسٹر فضل الحق۔ مسٹر عبد المتین چوہدری۔ اور چند اصحاب پُر تکلف لنچ کے بعد مولانا نے موصوف نے قرب و جوار کے انگریز نو مسلموں کی ایک جماعت سے ہم سب کو ملایا۔ جسے چائے کی دعوت پر بلایا گیا تھا۔ بعض انگریز خاتونوں صاحبزادیوں اور بچیوں اور نوجوانوں نے قرآن کی مختلف سورتیں سنائیں اگرچہ اکثر کا تلفظ اور لب و لہجہ زیادہ اچھا نہ تھا لیکن اس بات پر سب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ خدا کا آخری پیغام انگریز قوم کی زبان پر جاری ہو رہا ہے۔ ایک انگریز نوجوان مسٹر عبدالرحمٰن ہارڈی کے حسن قرأت اور صحت تلفظ سے ہم سب بے حد محظوظ ہوئے۔ ایک چھ سات سال کی انگریز بچی نے سورۂ فاتحہ سنائی حضرت علامہ اقبال نے اسے ایک پونڈ (مسکوک دکمہ) کا نقدی انعام دیا :-

علامہ اقبال کے ارشادات

حضرت موصوف نے محفل قرأت کے بعد ایک مختصر مگر نہایت ہی پُر تاثیر تقریر فرمائی جس میں نو مسلموں سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ اپنی قلت تعداد سے دل شکستہ نہ ہوں۔ دنیائے اسلام کے چالیس کروڑ فرزندان توحید آپ کے بھائی آپ کے ہم قوم اور آپ کے ساتھی ہیں۔ نیز فرمایا کہ یورپ کی تین زبانیں ترقی کے اوج پر پہنچ رہی ہیں۔ ایک انگریزی۔ دوسری فرانسیسی۔ تیسری جرمن۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عربی زبان (جو قرآن پاک کی زبان ہے) کا مستقبل بھی بے حد درخشاں اور روشن ہے اور آپ کو اس پر بھی توجہ کرنی چاہیئے۔ اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ آخر میں حضرت علامہ نے مولانا فرزند علی صاحب امام مسجد کا شکریہ ادا کیا جن کی عنایت و توجہ سے یہ موقع میسر آیا تھا۔

مسجد کی وسعت

یہ مسجد اگرچہ اصل شہر سے ذرا فاصلہ پر واقع ہے۔ لیکن اس کے ساتھ زمین بڑی کافی ہے۔ میرے خیال میں پوری زمین ڈیڑھ ایکڑ سے کم نہ ہوگی۔ اس میں ایک سمت سہ منزلہ مکان ہے۔ جس میں امام صاحب رہتے ہیں۔ نیز ان کا دفتر۔ بیٹھنے کا کمرہ کھانے کا کمرہ وغیرہ ہیں۔ دوسرے حصے میں مسجد واقع ہے جو زیادہ وسیع نہیں ہے لیکن اچھی خوش وضع بنی ہوئی ہے۔ باقی ساری زمین باغ کے لئے وقف ہے۔ بعض حصوں میں پھولوں کی کیاریاں ہیں۔ وہ نہایت خوشنما اور وسیع لان ہیں۔ اور ان کے کناروں پر ناشپاتی، بیر، وغیرہ اور بعض دوسرے پھلوں کے درخت ہیں۔ مولانا فرزند علی صاحب نہایت خوش اخلاق اور نیک طبع بزرگ ہیں۔ فرائض امامت و تبلیغ کی بجاآوری کے علاوہ مسلمانوں کے جماعتی سیاسی کاموں میں بھی کافی وقت صرف کرتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے بہاں

جناب ڈاکٹر یعقوب خان صاحب مرحوم کے حالاتِ زندگی

میرے اباجان ڈاکٹر یعقوب خان صاحب وٹرنیری اسسٹنٹ انسپکٹر ۸ مئی بروز جمعہ ۳۱ء اس دارفانی سے رخصت ہو کر حقیقی مولا سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم و مغفور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے پرانے اور مخلص صحابیوں میں سے تھے۔ اسلام کے سچے خادم اور احمدیت پر دل و جان سے نثار تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حقیقی عاشق اور خاندان نبوت کے شیدا تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے حکموں پر اپنی مال و جان و اولاد فدا و نثار کرنے تک دریغ نہ کرتے۔ بلکہ فخر کا باعث سمجھتے اور راحت محسوس کرتے۔

انفاق فی سبیل اللہ

ہر خاص و عام چندہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ تین صد روپیہ ماہواری سے صرف ایک صد روپیہ گھر والدہ صاحبہ کو خانگی اخراجات کے لئے دیتے۔ اور باقی چندوں اور کچھ غریب لوگوں و اقرباء میں یتیموں بیواؤں پر صرف کرتے۔ اور فرماتے اللہ تعالےٰ نے کا دیا ہوا مال ہے۔ اور اسی کے رستہ میں خرچ کرتا ہوں۔ اگر میرے مولا کو منظور ہوا۔ تو خدا تعالےٰ کے خزانہ میں جمع ہوگا۔ اور وہ بنک دنیا کے تمام بنکوں سے اعلیٰ و اعلیٰ ہے۔

مخلوق خدا کی خدمتگزاری

اور ہمیشہ سادگی دیانتداری محنت کشی۔ اور راستبازی کا سبق دیتے ۲۸ سال موضع ڈیوٹی میں ملازم رہے۔ والدہ صاحبہ کہتی ہیں۔ باوجود کئی نوکر ہونے کے دفتر سے آکر گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ بشین سے آٹا پسوا لاتے۔ اگر بعض اوقات کوئی محلہ دار محتاج عورت ہمارے ہاں بیٹھی ہوتی۔ جس کا کوئی سودا وغیرہ لانے والا نہ ہوتا۔ اور آپ اچانک دورہ سے آجاتے۔ تو وردی بھی نہ اتارتے سفر کی تکان بھی نہ اتارتے۔ پہلے اس کا سودا خرید کر لا دیتے۔

خدا تعالیٰ کے انعامات

اللہ تعالےٰ نے انہیں دینی و دنیاوی ہر ایک نعمت سے مالا مال کیا۔ اعلیٰ خاندان اور مسلمانوں کے گھر پیدا کیا۔ دینی و دنیاوی علم دیا۔ عزت دی۔ رزق با فراغت اور حلال عطا فرمایا۔ مضبوط ایمان دیا۔ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ موجودہ وقت کے نبی کی شناخت دی۔ پرہیزگار اور نیک بیوی عطا کی۔ جنتی و صالح اولاد بخشی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اعلان پر لبیک

جس وقت سید احمد نور صاحب کابلی کابل سے ہجرت کر کے دارالامان تشریف لائے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے الحکم میں ان کے نکاح کے لئے اعلان کر دیا۔ والدہ صاحب مونہ میں تھے اور اپنے ہاں اس وقت کوئی لڑکی قابل شادی نہ تھی۔ مگر میری پھوپھی صاحبہ کے گھر لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے اخبار سے حضور کا ارشاد پڑھتے ہی فی الفور لڑکی کے والدین سے مشورہ کئے بغیر حضرت اقدس کی خدمت مبارک میں چٹھی لکھدی۔ کہ حضور کے حکم کے مطابق خاکسار اس مہاجر کو اپنی بھانجی کا رشتہ خدا کے لئے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول فرمائے۔ یہ خط لکھ کر اپنے جہلم تشریف لائے۔ اپنی بہن و بہنوئی سے جو کہ مخلص احمدی تھے۔ تذکرہ کیا۔ کہ میں آپ کی لڑکی امۃ اللہ کا رشتہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اعلان پر ایک مہاجر کو جو کہ ابھی کابل سے ہجرت کر کے آیا ہے۔ بغیر آپ لوگوں کی اجازت کے دے آیا ہوں۔ انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔ اور دارالامان لکھ دیا گیا۔ کہ آپ لوگ آکر نکاح کر لیں اس پر سید احمد نور صاحب مع چند دوستوں کے آئے اور نکاح کر کے لے گئے۔ قدرت الٰہی کا کرشمہ یہ ہوا کہ شادی ہو جانے کے بعد میری پھوپھی زاد بہن صرف ۸ ماہ ان کے گھر زندہ رہی اور اور ۸ ماہ کا لڑکا تولد ہونے پر انتقال کر گئی۔ پھر جب میری پیدائش ہوئی۔ تو اس لڑکی کے نام پر اباجان نے میرا نام امۃ اللہ رکھا۔

صبر و استقلال

دس سال بیماری میں اباجان نے صبر و استقلال کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

اولاد

ان کے ہم پانچ بہن بھائی پیدا ہوئے۔ تین بھائی اور دو بہنیں جنہیں سے اس وقت ہم تین موجود ہیں۔ یعنے ایک میرے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد یوسف خان صاحب مبلغ امریکہ جو کہ مجھ سے ۷ سال بڑے ہیں۔ اور ایک بھائی عاجزہ سے تین سال چھوٹا احمد حیات خان جو کہ آجکل امریکہ اپنے بھائی صاحب کے ساتھ ہے۔ سب سے بڑھ کر میرے ساتھ انہیں محبت تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ سے ایک ملاقات

ایک دفعہ کا ذکر مجھے والد صاحب سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ میں مونہ سے خالص شہد کی دو بوتلیں بطور تحفہ کے حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے دارالامان گیا۔ آگے ایک اور آدمی بھی ملاقات کے لئے بیٹھا تھا۔ جب حضور تشریف لائے۔ تو اس شخص نے حضور کے ہاتھ پر تر بوز کے ٹکڑے رکھے۔ مگر حضور نے اوپر آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ اور جب میں نے دونوں بوتلیں پیش کیں۔ تو حضور خوش ہوئے۔ اور دیر تک اپنے بابرکت کلمات سے فرحت بخشتے رہے۔

وفات

تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ دس سال جو بیمار رہ گزرے۔ تو گورنمنٹ کیطرف سے معقول پنشن ملتی رہی۔ چونکہ ابھی ڈگری میں سے دس سال کم تھے۔ اب ان کی وفات کے بعد پنشن بند ہو گئی ہے۔ مگر والدہ صاحبہ نے ان کا ماہوار چندہ بند نہیں کیا۔ اور نہ ہی انشاء اللہ بند کرنے کا ارادہ ہے۔ ان کی وفات کے وقت میرے دونوں بھائی موجود نہ تھے۔ وہ امریکہ میں تھے۔ اس لئے حضرت والد صاحب کو ایک سال کے لئے بطور امانت یہاں دفن کیا گیا۔ اب چونکہ عنقریب انشاء اللہ دونوں بھائی واپس ہندوستان آرہے ہیں والد صاحب کی نعش کو خدا نے چاہا تو دارالامان میں لے جا کر دفن کیا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ میرے بھائیوں کو تادیر سلامت رکھے۔ اور دین و دنیا میں کامیاب و بامراد کرے۔ اور میرے اباجان کو آغوش رحمت میں جگہ دے۔

خاکسار

امۃ اللہ بنت ڈاکٹر یعقوب خان صاحب مرحوم جہلم

قلعہ سنگیاں ضلع گوجرانوالہ میں جلسہ

گوجرانوالہ کی تحصیل کی تنظیم قریباً قریباً ختم ہو چکی ہے مہتمم صاحب نے اس تحصیل میں دو دورے کئے۔ دورہ اور دورہ نہایت کامیاب رہا ہے موضع جھلے میں سات کس نے بیعت کی۔ نئی تنظیم کے تحت تحصیل وزیرآباد میں پہلا ماہواری اجلاس بمقام قلعہ سنگیاں منعقد کیا گیا۔ ارد گرد کے تمام احمدی احباب شامل ہوئے۔ ضلع گجرات کے بھی چند معزز احباب تشریف لائے گوجرانوالہ شہر اور تحصیل سے بھی بندرہ میں دوست گئے۔ جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ موضع سنگیاں کے غیر احمدی کثرت سے شریک اجلاس ہو کر تقریریں سنتے رہے۔ اس موضع میں صرف دو گھر احمدیوں کے ہیں۔ جلسہ کا تمام انتظام انہوں نے خود کیا۔ جو کہ نہایت اچھا تھا۔ باہر سے آنیوالے احباب کے کھانے کا انتظام بھی انہوں نے کیا جس کے لئے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔

پہلا اجلاس ۱½ بجے بعد دوپہر شروع ہو کر ۵ بجے ختم ہوا۔ اس اجلاس کے پریذیڈنٹ چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات تھے۔ قرآن کی تلاوت اور نعت خوانی کے بعد خاکسار نے ضلع کی تبلیغی تنظیم کیطرف حاضرین کو توجہ دلائی۔ اور مولوی ظہور حسین صاحب نے احمدیت اور اسلام پر اور حافظ غلام رسول صاحب نے آنیوالے مہدی کے نشانات پر تقریریں کیں۔ بالآخر صاحب صدر نے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجلاس ختم کیا۔ دوسرا اجلاس ۷½ بجے رات کے خاکسار کی صدارت میں شروع ہوا۔ حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی نے وفات مسیح پر تقریر فرمائی۔ اور اعتراضات کا موقعہ دیا گیا۔ ایک غیر احمدی صاحب نے چند اعتراضات کئے۔ جنکے جوابات مولوی ظہور حسین صاحب نے دئے۔ اس کے بعد مولوی ظہور حسین صاحب اور شیخ محمد شریف صاحب نے ختم نبوت اور صداقت مسیح موعود پر مدلل تقاریر کیں۔ اور بالآخر خاکسار نے میاں امام الدین صاحب سکنہ قلعہ سنگیاں کا جنہوں نے نہایت فراخدلی سے

عراق ریلوے

اسلام کے مقدس مقامات۔ نجف۔ کربلا۔ بغداد۔ کاظمین اور سامرہ کی زیارت کے لئے عراق ریلوے سب سے زیادہ آرام دہ سب سے زیادہ کم فاصلہ اور سب سے زیادہ کم خرچ راستہ ہے۔ مکہ مدینہ۔ اور مشہد کو جاتے ہوئے یا واپس آتے ہوئے عراق کے مقدس مقامات کی زیارت کریں۔ اس طرح دو مختلف زیارتوں کے اخراجات سے بچیں۔ زائرین کے لئے خاص سہولتیں اور تخفیف شدہ کرائے رکھے گئے ہیں۔ سپیشل کوپن ٹکٹ جو ایک سو پچاس یوم کے لئے قابل استعمال ہوتے ہیں۔ اور جن کے ساتھ پچاس کلو وزن بھی لیجایا جا سکتا ہے۔ حسب ذیل شرح پر دستیاب ہو سکتے ہیں

بصرہ سے کربلا۔ وہاں سے کاظمین (بغداد) اور واپسی بصرہ

سیکنڈ کلاس۔ ۱۲/۱۳۔ تھرڈ کلاس ۳۰/۲ مذکورہ بالا سفر میں اگر سامرہ اور وہاں سے واپسی بھی شامل کی جائے۔ تو سیکنڈ کلاس ۱۸۱/۷ تھرڈ ۱۳/۲۲ تین سال سے کم عمر کے بچے مفت اور ۱۲ سال کم عمر کے لئے نصف کرایہ عراق کے کسی سٹیشن تک جانے اور آنے کیلئے یکطرفہ ٹکٹ بھی مل سکتے ہیں۔ بصرہ سے کربلا میں گھنٹہ کا راستہ ہے۔ اور بصرہ سے بغداد ۱۸½ گھنٹہ کا راستہ۔ تمام اہم مقامات مقدسہ کے درمیان روزانہ ریل گاڑیاں چلتی ہیں۔

بغداد سے براستہ موصل (نبی یونس) نصیبین۔ البیوتک پھر وہاں سے استنبول براستہ دمشق یروشلم۔ پورٹ سعید قاہرہ اور سویز سے جدہ۔ مکہ۔ مدینہ جانے کے لئے اول اور دوم درجہ کے مسافروں کے لئے ہفتہ میں دو بار مشترکہ گاڑی اور موٹر سروس کا انتظام ہے۔ ٹکٹ۔ مفت پمفلٹ۔ اور تمام معلومات حسب ذیل پتوں پر دریافت کی جا سکتی ہیں۔

(۱) مولوی محمد باقر جی حاجی دیوجی کا مسافر خانہ جیل روڈ عمرکھاڑی بمبئی

(۲) مسٹر اے۔ سی۔ نوشاکوری دادا۔ سانڈرسی بمبئی

(۳) آنریری سکرٹری فیض پنجتن۔ پالا گلی۔ بمبئی

(۴) مسٹر حبیب حاجی رحمت اللہ۔ کھارادر۔ کراچی

(۵) مسٹر عبدالعلی۔ عیسیٰ جی۔ بیرروڈ کراچی

(۶) آنریری سکرٹری فیض پنجتن گوڈی گارڈن کراچی

(۷) میسرز مرزا چودھری اینڈ کمپنی۔ پی۔ او بکس ۹۹ لاہور

(۸) میسرز نظامیہ مسلم ایکسپریس کمپنی نظام دادول و حیدر آباد دکن

یا

دی ایجنٹ گورنمنٹ ریلویز

عراق امرچند بلڈنگ بیلرڈ سٹیٹ بمبئی

جن کے بچے چھوٹی ہی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں۔ یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہے۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس مرض کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب محافظ اٹھرا گولیاں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں یہ گولیاں آپ کی مجرب مقبول اور مشہور ہیں۔ اور ان گھروں کا چراغ ہیں۔ جو اولاد کے رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ کئی خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین اور خوبصورت اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا پیدا ہو کر والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ (عمہ)

شروع حمل سے آخر وقت تک قریباً ۱۱ تولہ خرچ ہوتی ہیں ایکدفعہ منگوانے پر فی تولہ ایک روپیہ لیا جائیگا۔

حب مقوی اعصاب

فولاد کی گولیاں

یہ گولیاں پٹھوں کو قوت دیتی ہیں۔ بدن کی عام کمزوری کو دور کرتی ہیں۔ جوڑوں کا درد۔ درد کمر۔ تمام بدن کا درد۔ ان گولیوں کے استعمال سے دور ہوتا ہے۔ یہ گولیاں خون پیدا کرنے چست و توانا بنانے رنگ سرخ کرنے کے علاوہ دماغ کے لئے بھی خاص علاج ہیں۔

قیمت پچیس گولیاں ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان

دیکھئے لوگ انگریزی کس طرح بلا استاد سیکھ رہے ہیں

جناب سید محمد خلیل صاحب سیکنڈ کلرک سب رجسٹرار آفس ضلع پورنیا سے لکھتے ہیں۔ مجھے ایک زمانہ سے انگریزی سیکھنے کا شوق تھا۔ لیکن میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ جب میں نے جدید انگلش ٹیچر کا اشتہار پڑھ کر اسے منگوایا۔ تو دس دن ہی میں مجھے اتنی لیاقت ہو گئی۔ کہ انگریزی میں ہر ایک کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہوں۔ جس کے لئے مصنف کا بے حد مشکور ہوں۔

(۲) جمعدار چوتی لعل صاحب چپاڈی کوہاٹ۔ جدید انگلش ٹیچر بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ تھوڑے دنوں میں کافی لیاقت حاصل کر لی اگر آپ اس کتاب کی قیمت ایک سو روپیہ بھی رکھتے۔ تو بھی تھوڑی ہوتی"

۲۰۴ صفحے دوسرا ایڈیشن قیمت ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک ناپسند ہو۔ تو کل قیمت واپس

قمر برادرز جدید الف شملہ

اردو شارٹ ہینڈ

مختصر نویسی سیکھئے

مسٹر جی۔ ایم۔ ہمتہ۔ ایف۔ ایس۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ٹی۔ ایس ڈی (انگلینڈ) ایم۔ آئی۔ ایس۔ ڈی۔ ایم (پیرس) پرنسپل صاحب انڈین کارسپونڈنس کالج بٹالہ کی تازہ تصنیف۔ صرف دس آسان سبق کوزہ میں دریا۔ کتاب مجلد و خوبصورت۔ قیمت حصہ اول مبلغ ایک روپیہ چار آنہ محصولڈاک بذمہ خریدار

مینیجر اردو شارٹ ہینڈ بک ڈپو۔ بٹالہ (پنجاب)

نئی ایجاد

ایک نہایت مجرب دوائی اکسیر تسہیل ولادت مستورات کے لئے خداتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ بلا تامل منگاؤ۔ اور اس کے خداداد اثر کا مشاہدہ کرو۔ کہ کس طرح ولادت کی نازک اور مشکل گھڑیاں بفضل خدا آسان ہو جاتی ہیں قیمت معہ محصول ڈاک ۱۲

ملنے کا پتہ

مینیجر شفاخانہ دلپذیر سلانوالی ضلع سرگودھا

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— لندن سے ۲۶ اکتوبر کی خبر ہے کہ مسٹر گاندھی اور سر آغا خاں کے درمیان گفت وشنید کی بناء پر ہندو مسلم بحث و تمحیص پھر شروع ہو جائیگی۔ سر آغا خاں کی اس رائے سے مطلع ہونے کے بعد مسلم وفد نے کہا مسلمان ہمیشہ گاندھی اور ہندو سندھیوں کے ساتھ گفتگو کے لئے تیار ہیں۔ ؛

—— ۲۶ اکتوبر کو گول میز کے بعض سرکردہ مندوبین کے درمیان سرسری گفت وشنید ہوئی۔ اکثر نے محکمہ فوج کو ہندوستانی وزیر کی تحویل میں دینے کی حمایت کی اور بتایا کہ وزیر مذکور کو فوجی حکمت عملی اور فوجی انتظام میں کس قدر اختیارات حاصل ہوں گے ؛

—— ۲۶ اکتوبر کو مسلم وفد کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں فیڈریشن کمیٹی کے کام کے متعلق غور وخوض کیا گیا۔ مسلم وفد نے اپنے سابقہ تقریہ کی تائید کی۔ اور کہا۔ کہ جب تک اقلیتوں کے مسئلہ کا کوئی فیصلہ نہ ہو جائے۔ دوسرے سوالات پر بحث نہیں کی جا سکتی ؛

—— لندن سے ۲۷ اکتوبر کا پیغام مظہر ہے۔ کہ جدید پارلیمینٹ کا ابتدائی اجلاس ۳ نومبر کو ہوگا۔ جس میں سپیکر منتخب کیا جائے گا۔ اور ارکان سے حلف وفاداری لیا جائیگا۔ ۱۰ نومبر کو ملک معظم سرکاری طور پر رسم افتتاح ادا کرتے ہوئے تقریر کریں گے ؛

—— انجمن اسلامیہ امرتسر نے اپنے ایک اجلاس میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے مسلم ڈیلیگیٹوں پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ اور اعلان کیا ہے کہ مسلم نیشنلسٹ پارٹی مسلمانوں کی نمائندہ نہیں۔ اور نہ ہی قوم کو اس پر کوئی اعتماد ہے ؛

—— زمیندار نے لکھا تھا۔ کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی نے سری نگر میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا۔ کہ مجلس احرار نے کشمیر کمیٹی کی نسبت بہت زیادہ کام کیا ہے۔ مولانا نے برقی پیغام کے ذریعہ اس کی تردید کی ہے ؛

—— ۲۷ اکتوبر کو لاہور پولیس کو ایک مخبر نے اطلاع دی۔ کہ آج تین بجے جب محکمہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کا چپڑاسی نیشنل بنک سے روپیہ لے کر نکلیگا۔ تو دو مسلح نوجوان اس پر حملہ کر کے روپیہ چھین لے جائیں گے اس پر پولیس نے تمام انتظامات مکمل کر لئے۔ اور جب دونو ملزم سائیکلوں پر چپڑاسی کے انتظار میں ادھر ادھر منڈلاتے پھر رہے تھے۔ تو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ ایک ہندو اور ایک مسلمان ہے۔ دونو نوجوان بھارت سبھا کے ممبر ہیں۔ دونوں کے پاس سے برطانوی ساخت کے بھرے ہوئے ریوالور برآمد ہوئے۔ ؛

—— میمن سنگھ سے ۲۶ اکتوبر کی اطلاع ہے کہ محکمہ ڈاک کا ایک ہرکارہ سٹیشن سے ڈاک لے جا رہا تھا۔ کہ تین مسلح نوجوانوں نے ریوالور سے حملہ کر کے اس سے تھیلے چھین لئے اور بھاگ گئے ؛

—— اکالی دل نے اعلان کیا ہے۔ کہ ڈسکہ کے لئے آئندہ جتھے ضلع وار بھیجے جائیں گے۔ دو جتھے پکڑے جا چکے ہیں۔ تیسرا رستہ میں ہے۔ جو تھا امرتسر کے اکالیوں کا دس نومبر کو روانہ کیا جائیگا۔ اس کے بعد ۱۲ لغایت ۱۲ دسمبر متواتر جتھے روانہ ہوں گے ؛

—— نئی دہلی سے ۲۷ اکتوبر کی ایک اطلاع ہے کہ مسٹر منرو بیرسٹر کو فروری ۱۹۳۲ء تک کے لئے لاہور ہائی کورٹ کا ایڈیشنل جج مقرر کیا گیا ہے ؛

—— لندن سے ۲۷ اکتوبر کی ایک اطلاع ہے کہ مسٹر جیکر۔ سر سپرو۔ سر مرزا اسمٰعیل اور بعض دیگر ارکان گول میز ۱۰ نومبر کو لندن سے روانہ ہو جائیں گے ؛

—— لندن کے اخبار ڈیلی ہیرلڈ نے لکھا ہے کہ حکومت ہند نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو مطمئن نہ کیا جائیگا۔ اس سوال پر کوئی بحث شروع نہ کی جائیگی کہ ہندوستان کو کتنی ذمہ داری دی جائے یا اس پر کتنی قیود عائد کی جائیں ؛

—— لندن سے ۲۷ اکتوبر کو رائٹر نے تار دیا ہے۔ کہ آج سہ پہر فیڈریشن کمیٹی کے اجلاس میں آئندہ فوری پروگرام پر لارڈ سانکی نے تقریر کی۔ لیکن سر محمد شفیع نے صاف کہدیا۔ کہ جب تک اقلیتوں کے مسئلے کا فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ مسلمان ایسے مباحث میں کوئی حصہ نہیں لے سکتے۔ ؛

—— الفضل کے گذشتہ پرچہ میں لکھا گیا تھا۔ کہ رسول انجینیرنگ کالج کے داخلہ کے لئے مقابلہ کا امتحان یکم لغایت ۵ نومبر کو ہوگا۔ اب معلوم ہوا ہے۔ یہ امتحان یکم لغایت ۵ دسمبر ۱۹۳۱ء ہوگا ؛

—— لندن سے ۲۸ اکتوبر کا تار مظہر ہے۔ کہ آج صبح نتائج انتخابات کا اعلان ہو گیا۔ برطانیہ میں دوبارہ قومی حکومت قائم ہو گئی ؛

—— لاہور سے ۲۸ اکتوبر کی اطلاع ہے کہ مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق ۵۰ مسلمانوں پر مشتمل پہلا جتھہ ۳۰ اکتوبر کو براہ راولپنڈی حدود کشمیر میں داخل ہونے کی کوشش کریگا۔ دو لیڈر جموں کے رستے بھی جا رہے ہیں ؛

—— ڈھاکہ سے ۲۸ اکتوبر کی خبر ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ساڑھے بارہ بجے دفتر سے گھر آتے ہوئے ایک دوکان کے باہر اپنی موٹر کھڑی کی۔ کہ معاً ان پر فائر شروع ہو گئے۔ ایک گولی دائیں آنکھ سے ہو کر جبڑے میں جا بیٹھی۔ اور دوسری گولی چھاتی کے دائیں طرف لگی۔ اور تیسری منہ پر۔ راہ گذروں نے حملہ آوروں کا تعاقب کیا۔ مگر وہ بھاگ گئے ؛

—— جموں کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ ہندو خواہ مخواہ مسلمانوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔ انہوں نے اچھوتوں سکھوں اور بھابڑوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہے۔ ان تینوں قوموں نے ہندوؤں سے اپنی کامل علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے ؛

—— معلوم ہوا ہے حکومت پنجاب (لوکل سیلف گورنمنٹ) نے میونسپل ایگزیکٹو آفیسرز ایکٹ لاہور امرتسر۔ سیالکوٹ۔ ملتان۔ بھوانی۔ انبالہ۔ لدھیانہ۔ اور کیمبل پور میں نافذ کرنے کا اعلان گورنمنٹ گزٹ میں کر دیا ہے ؛

—— تحریک خلافت کے ابتدا میں سرگرمی سے حصہ لینے والے سیٹھ چھوٹانی کا بمبئی میں انتقال ہو گیا۔

—— امریکہ سے سونا برابر فرانس جا رہا ہے چنانچہ ۲۶ اکتوبر کو صرف ایک جہاز سے ۵۰ لاکھ پونڈ مالیت کا سونا بھیجا گیا ؛

—— گورنر پنجاب نے ۲۸ اکتوبر کو ڈیرہ غازیخاں میں ایک دربار منعقد کیا۔ میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ نے ایڈریس دئے ؛

—— ۲۸ اکتوبر کو دہلی میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔ سردار پٹیل صدر تھے۔ کئی ریزولیوشنز پاس کئے گئے۔ جن میں کرنسی اور شرح تبادلہ کے متعلق حکومت کی پالیسی کی مذمت کی گئی۔ نمک پر مزید ٹیکس لگنے کی تجویز کی مخالفت کی گئی۔ اور قرار پایا۔ کہ چونکہ کانگرس کے انتخابات چند ماہ پیشتر ہوئے ہیں۔ اس لئے جنرل انتخابات جنوری ۱۹۳۲ء تک ملتوی رکھے جائیں ؛

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)